TIGHT BINDING BOOK

TOTAL DAMAGE BOOK

The Drinched Book

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222484
UNIVERSAL LIBRARY

إنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَةً وَإنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحراً

الحمد للہ کہ کلام معجز نظام اعنی کلام فصاحت التیام

المسمّٰی

ضمیمہ یادگار داغ

Checked 1975

از تصنیف

جہان استاد بلبل ہزار داستان قیصر الخاقانی استاد السلطان دکن فصیح الملک دبیر الدولہ ناظم یار جنگ

نواب میرزا خاں صاحب داغ دہلوی

حسب فرمایش

سخن سنج والا نظر قدردان علم و ہنر لالہ سیر رام صاحب ایم اے مؤلف تذکرہ ہزار داستان المعروف بہ خمخانۂ جاوید

خلف ارشد آنریبل رائے بہادر لالہ مدن گوپال صاحب ایم اے بیرسٹر ایٹ لا رئیس دہلی و لاہور

باہتمام لالہ موتی رام منیجر

مطبع مفید عام لاہور میں طبع ہوا

تعداد جلد ۱۳۰۰ جملہ حقوق بحق لالہ سری رام صاحب ایم اے محفوظ ہیں کوئی صاحب بلا اجازت قصد طبع نفرمائیں قیمت ۸ر

۶۸۶۷

ضمیمہ یادگار داغ

ہر شکل میں تیرا رُخِ نیکو نظر آیا
آئینہ بھی دیکھا تو مجھے تو نظر آیا

تسخیر کیا دل لبِ گویا نے تمہارے
کیا بات ہے اعجاز میں جادو نظر آیا

دل میرا بنا جب تو محبت تری آئی
آنکھیں ہوئیں پیدا تو مجھے تو نظر آیا

یہ حسن پرستی بھی عجب شے ہے الٰہی
دل لوٹ گیا جب کوئی خوشرو نظر آیا

جو عاشق و معشوق کے ہیں دیکھنے والے
یا میں نظر آیا او نہیں یا تو نظر آیا

جس بات میں پہلو ہو وہی بات کریں ہم
پہلو میں وہ بیٹھے تو یہ پہلو نظر آیا

وہ گھر کو سدھارے تو قیامت ہوئی برپا
جب صبح کو خالی ہمیں پہلو نظر آیا

وہ محفلِ عشرت تھی کہ تھی مجلسِ ماتم
ہر آنکھ میں عشاق کی آنسو نظر آیا

قربان ہوئی جان مری قتل سے پہلے
ابھرا ہوا قاتل کا جو بازو نظر آیا

کیا ضبط نے گریے کے جڑے دل میں نگینے
ہیرے کا کنول بن کے ہر آنسو نظر آیا

کس وہم میں ڈالا دلِ گم گشتہ نے مجھکو
خالی جو ترا حلقۂ گیسو نظر آیا

فرقت میں نہ تھا مجکو مہِ عید کا ارمان
میں نے تو یہ جانا کہ وہ ابرو نظر آیا

ہے دید کے قابل دلِ بسمل کا تماشا
کھینچے ہوئے تلوار وہ ابرو نظر آیا

وہ دیکھکے کہتے ہیں مرے داغِ جگر کو
خوش رنگ نہ یہ پھول نہ خوشبو نظر آیا

اس گوہرِ نایاب کو تھا خاک میں ملنا
ٹپکا جو زمیں پر تو نہ آنسو نظر آیا

کیا کیا غمِ پنہاں نے نچوڑا ہے الٰہی
جب خون بدن میں کوئی چلو نظر آیا

ابرو میں بل ہے وہی گیسو میں شکن ہے
ہمکو تو نہ کچھ فرق سرِ مو نظر آیا

اس شست کے قربان ہوں میں اے قدر انداز
جب تیر چھپا دل میں ترازو نظر آیا

تھی قافلے والوں کی خوشی دید کے قابل
جب ماہ چہ کنعاں میں وہ مہرو نظر آیا

وہ غیر کے دامن کو جو بیٹھے تھے دبا کر
وہ بزم میں مجھکو تہ زانو نظر آیا

بتخانہ ہو یا کعبہ ہو چھٹتا نہیں کوئی
دیکھا تجھے اے داغ جہاں تو نظر آیا

یہ عشق کب دلِ خانہ خراب سے چھوٹا
بہشت میں بھی نہ میں اس عذاب سے چھوٹا

دل اسکے گیسوئے پرپیچ وتاب سے چھوٹا
بڑی بلا سے یہ نکلا عذاب سے چھوٹا

نگاہِ مست نے سرشار کر دیا مجکو
شراب مجھ سے چھٹی میں شراب سے چھوٹا

وہ تاک جھانک کا اول سے تھا مجھے لپکا
کہ آجتک بھی نہ عہدِ شباب سے چھوٹا

شمار میں نے کیا جب تری جفاؤں کا
عدو نہ ایک بھی میرے حساب سے چھوٹا

مژہ جھلک نہ ذرا خونِ دل کی گریہ سے
یہ رنگ کب مری چشم پرآب سے چھوٹا

زہے نصیب وہ عاشق نصیب والا ہے
جو تیرے قہر سے تیرے عتاب سے چھوٹا

عدو کی قبر پہ کیوں فاتحہ پڑھی تمنے
غضب ہوا کہ وہ کافر عذاب سے چھوٹا

ہمیشہ ساتھ رہا ہے اس آب و آتش کا
کبھی نہ برق کا دامن سحاب سے چھوٹا

مجھے ہو قسمتِ برگشتہ کی شکایت کیا
زمانہ کون سے دن انقلاب سے چھوٹا

مجھے یہ ضد کہ نہ لکھونگا اور کوئی خط
وہ دل میں شاد کہ فکرِ جواب سے چھوٹا

انھوں نے غور سے دیکھا جو میرے دیوانکو
نہ کوئی شعر مرا انتخاب سے چھوٹا

رہا نظارہ کسی چہرہ کتابی کا
مطالعہ نہ مرا اس کتاب سے چھوٹا

نکیوں ہو رشک مجھے ایسے ملنے والوں پر
نہ رنگ گل سے نہ نشہ شراب سے چھوٹا

ہمیں نے وصل میں مجبور پیش دستی کی
جب انکا ہاتھ نہ بند نقاب سے چھوٹا

نصیب میں ہو جو چکر تو کوئی چھٹتا ہے
یہ رات دن نہ مہ و آفتاب سے چھوٹا

اگرچہ سینکڑوں بیڈھب سوال ہیں کئے
نہ مدعا مرے حاضر جواب سے چھوٹا

کھلی جب آنکھ نہ دیکھا جمال یوسف کو
مگر خیال زلیخا نہ خواب سے چھوٹا

مرے حساب سے دن زندگی کے تھوڑے ہیں
حساب کرکے غم بے حساب سے چھوٹا

یہ جی میں ہے کہ کروں سیر بتکدہ جاکر
خدا کا گھر دل خانہ خراب سے چھوٹا

قرار دلکو نہ آیا تو مجھکو موت آئی
چھٹا وہ صبر سے میں اضطراب سے چھوٹا

بیان انکے ہوں اوصاف داغ سے کیا کیا
کوئی نہ وصف شہ بوتراب سے چھوٹا

حال دلکا آشکارا ہو گیا
یہ ہمارا تھا تمھارا ہو گیا

راہ سے لیلی کی جو ذرہ اڑا
آنکھ کا مجنوں کی تارا ہو گیا

آتے آتے پھر گئے وہ راہ سے
بخت برگشتہ ہمارا ہو گیا

مل گئی کوچے میں اسکے کچھ جگہ
بیٹھ رہنے کا سہارا ہو گیا

اشک پی کر رنج کھا کر ہجر میں
ہو گیا جوں توں گذارا ہو گیا

باعث شہرت ہمارا عشق ہے
نام دنیا میں تمھارا ہو گیا

جب ستم اسنے کیا انداز سے
وہ ستمگر مجکو پیارا ہو گیا

ہجر میں ہے یہ شراب خوشگوار
زہر کھانا ہی گوارا ہو گیا

چھپ سکے رازِ محبت کس طرح
چھپتے چھپتے آشکارا ہو گیا

پہلے ناصح کا سخن تھا ناگوار
رفتہ رفتہ پھر گوارا ہو گیا

گرچہ وہ جھوٹی تسلی دے گئے
مجھ کو جینے کا سہارا ہو گیا

آئے کیا دنیا میں ہم کیا سیر کی
چلتے پھرتے اک نظارا ہو گیا

منتظر تھے اک نگاہِ مست کے
پھر کہاں ہم جب اشارا ہو گیا

داغ اترائے ہوئے پھرتے ہو تم
کیا بلا سے اُن کا تمھارا ہو گیا

خرید کر دلِ عاشق کو یار لیتا جا
نہوں جو دام گرہ میں ادھار لیتا جا

نچھوڑ طائرِ دل کو ہمارے اے صیاد
یہ اپنے ساتھ ہی اپنا شکار لیتا جا

نکل کے جلد نہ جا اسقدر توقف کر
دعائے خیر دلِ بیقرار لیتا جا

عدم کو جانے لگا میں تو بولی یہ تقدیر
کہ داغِ عشق سے یادگار لیتا جا

فلک سے کی ہوسِ عشق جب کبھی میں نے
ندائیں آئیں غمِ بیشمار لیتا جا

مزے وصال کے ایدل خیالِ یار میں ہیں
خوشی کے ساتھ شبِ انتظار لیتا جا

چلا تھا زخمیِ تیغِ نگاہ میں ہو کر
کہا ادا نے کہ میرا بھی وار لیتا جا

ہوا کے جھونکے سے کہتا ہوں میں جب آتا ہے
کسی کے واسطے اُڑا کر غبار لیتا جا

وہ جان لیں مری افسردگی کو اے قاصد
بجھی ہوئی کوئی شمعِ مزار لیتا جا

وہ مجھ سے کہتے ہیں جب بن سنور کے بیٹھے ہیں
بلائیں ہاتھ سے لینے تو بار بار لیتا جا

اسے بھی کھیل سمجھ تو کہ ہر ادا کے ساتھ
ہمارے دل سے شکیب و قرار لیتا جا

نہ اٹھ سکیگی یہ کل پیش داورِ محشر
نہ بے گناہوں کا گردن پہ بار لیتا جا

مرے مزار کو تو اس طرح سے کر کے پامال
کہ بانکپن کی بھی اسے شہسوار لیتا جا

مزہ جبھی ہے کہ بھر بھر کے داغؔ جام شراب
وہ دیتے جائیں تو اے بادہ خوار لیتا جا

یہ علاج اچھا ہے اے قاتل ترے بیمار کا
دمبدم تو حلق میں پانی چوا تلوار کا

کیوں ارادہ ہے ترا مجھ سخت جاں پر وار کا
دم نکل جائے گا اے قاتل تری تلوار کا

آہ سے ہو سامنا کیونکر نگاہِ یار کا
روکنا دشوار ہے تلوار سے تلوار کا

سخت جاں پر شرم سے منہ پھر گیا تلوار کا
یہ پسینہ ہے کہ پانی ہے تری تلوار کا

گرچہ بسمل ہوں مگر دیکھا نہیں جاتا ذرا
آنسوؤں سے خوں کے رونا تری تلوار کا

کیا محبت زخمِ دل کو ہے کہ ہر اک وار پر
پیار سے منہ چوم لیتا ہے تری تلوار کا

خوں کتنوں کا پیا ہے تیغ خون آشام نے
وزن سیروں بڑھ گیا قاتل تری تلوار کا

کیا رگِ بسمل میں تھا سوزِ محبت کا اثر
آگ پانی ہو گیا قاتل تری تلوار کا

غسل کر لے دل ہمارا جان بھی کر لے وضو
اسقدر قاتل بڑھا ہے پانی تری تلوار کا

بزم بھی مقتل نہ ہو جائے الٰہی خیر ہو
کھول کر بیٹھے ہیں بیڑا آج وہ تلوار کا

لذتِ زخمِ جگر میں رہ گئی تھوڑی کسر
وار کچھ اوچھا پڑا قاتل تری تلوار کا

جان دی مقتول نے تیرے بڑی تلخی کے ساتھ
زہر پانی ہو گیا قاتل تری تلوار کا

یہ اثر دیکھا زباں کے ساتھ کٹ جاتے ہیں حرف
ذکر آ جاتا ہے جب قاتل تری تلوار کا

داورِ محشر کو اے قاتل دکھانا ہے مجھے
زخم ہے یہ تیر کا یہ گھاؤ ہے تلوار کا

ہے گریباں کی یہ صورت دیدۂ خونبار سے
رنگ دیکھا خون میں ڈوبی ہوئی تلوار کا

کاٹنا مشکل ہے میرے ہی گلوئے سخت کو
مانتا ہے کوہ بھی لوہا تری تلوار کا

دیکھ لے قاتل مرے سوز و گداز عشق سے
گھُل کے پانی ہو گیا لوہا تری تلوار کا

اور اے قاتل زمانے میں کہاں تیرا جواب
تُرک گردوں نام لیوا ہے تری تلوار کا

زندگی کے ساتھ ہی رہتا ہے شوق وصل بھی
تجھ سے بہتر ہے گلے ملنا تری تلوار کا

داغ گنجایش ابھی اس قافیہ میں ہے بہت
گرچہ ہر مضمون اچھا بندھ گیا تلوار کا

ہم تو نالے بھی کیا کرتے ہیں آہوں کے سوا
آپ کے پاس ہیں کیا تیر نگاہوں کے سوا

معذرت چاہیے کیا جرم وفا کی اُس سے
کہ گنہ عذر بھی ہے اور گناہوں کے سوا

میں نہیں کاتب اعمال کا قائل یا رب
اور بھی کوئی ہے ان دونوں گواہوں کے سوا

حضرت خضر کریں دشت نوردی بیکار
ہم تو چلتے ہی نہیں عشق کی راہوں کے سوا

خانۂ عشق ہے منزل انہیں مہمانوں کی
اور اس گھر میں وہ رہا کیا ہے تباہوں کے سوا

اُن کے آنے کی خوشی ایسی ہوئی محفل میں
پگڑیاں بھی تو اُچھلتی تھیں کلاہوں کے سوا

وہ کریں ملک پہ قبضہ یہ کریں دل تسخیر
اِن حسینوں کی حکومت تو ہے شاہوں کے سوا

ظلمت بخت مری تیرگی زلف تری
کوئی بڑھکر نہیں ان دونوں سیاہوں کے سوا

نہ سنے داور محشر تو کروں کیا اے **داغ**
سب سے اظہار ہوئے میرے گواہوں کے سوا

اس دلکو کہا اُسنے یہ خوشحال نہ نکلا
ہم جس کے خریدار تھے وہ مال نہ نکلا

اُٹھکر جو اُسے فتنۂ محشر بھی اُٹھائیے
ایسا تو کوئی آپ کا پامال نہ نکلا

اک آن میں خم زلف کا شانے نے نکالا
قسمت کا مری پیچ کئی سال نہ نکلا

بیکار نہیں حسن کے دریا میں تیری زلف
بے صید لیے بحر سے یہ جال نہ نکلا

آئے تھے عیادت کے لئے غیر کو لیکر
پچھتائے وہ میرا جو برا حال نہ نکلا

ہم اختر تاباں سے شب وصل ملاتے
اُس روئے منور پہ کوئی خال نہ نکلا

ہم عشق کو سمجھے تھے کہ لڑکوں کا ہے اک کھیل
یہ کھیل تو بازیچۂ اطفال نہ نکلا

دل چوٹ جو کھاتا ہے تو رہتا نہیں ثابت
اس شیشہ میں جسوقت پڑا بال نہ نکلا

جو پیچ ازل کے ہوں نکلتے نہیں ہرگز
سیدہا تری زلفوں کا کوئی بال نہ نکلا

میں داور محشر سے یہ پوچھونگا الٰہی
کیا کچھ بھی غلط نامۂ اعمال نہ نکلا

در پردہ عتاب آٹھ پہر مجھ پہ ہوئے ہیں
پردے سے ترا چہرہ کبھی لال نہ نکلا

پہونچا ہوں مجازی سے حقیقت کو بھی لیکن
کب عشق مری جان کا جنجال نہ نکلا

وہ اس لئے آئے تھے کہ ہم **داغ** کو لوٹیں
ہر چند ٹٹولا کئے کچھ مال نہ نکلا

صحت سے ہاے درد دل زار کیا ہوا
بیمار کو یہ غم ہے وہ آزار کیا ہوا

کیوں پھر گئی تجھے نگہ یار کیا ہوا
مجھپر اگر ہوا بھی تو اک وار کیا ہوا

ہم بیچتے تھے دلکو جس انداز کے لئے
کیا جانئے وہ ناز خریدار کیا ہوا

وہ دل کہاں وہ قید تعلق کہاں رہی
وہ دام کیا ہوا وہ گرفتار کیا ہوا

یاروں نے پیشتر تو کی میری روک تھام
اب پوچھتے ہیں تجھکو مرے یار کیا ہوا

لاکھوں بندھے ہیں دہم اک آفت میں آگیا
میں تیرے دل کا محرم اسرار کیا ہوا

اچھا ہے اور جلوہ دکھاؤ نہ کوئی دن
پھر یہ کہو گے طالب دیدار کیا ہوا

نکلے جو سیر کو تو قیامت بپا ہوئی
تمکو خبر بھی ہے دم رفتار کیا ہوا

کس کی خبر گئی جو پریشان ہو گئے
گھبرا کے پوچھتے ہیں وہ ہر بار کیا ہوا

آغازِ عشق ہی میں ہوا انجام کا لحاظ
پچھتا کے گو ہوا تو خبردار کیا ہوا

وہ اور آئیں تیری عیادت کے واسطے
سوداب تجھے یہ اے دلِ بیمار کیا ہوا

وہ ساتھ غیر کے مرے ہمسایہ میں رہے
اے آسماں بتا پسِ دیوار کیا ہوا

اے انقلابِ دہر وہ جلسے کہاں گئے
وہ بزمِ عیش اور وہ دربار کیا ہوا

لیجائینگے مجھے جو فرشتے عذاب کے
رحمت کہے گی لاؤ گنہگار کیا ہوا

اُس کے ہی دم کے ساتھ یہ ناز و نیاز ہے
پھر یہ کہو گے داغ وفادار کیا ہوا

فتنۂ حشر اور کیا نکلا
وہ تمہارے ہی ساتھ کا نکلا

کون دنیا میں باوفا نکلا
یہ تمہاری زباں سے کیا نکلا

وہ ادھر بھول کر جو آ نکلا
میں نے جانا کہ مدعا نکلا

بتکدہ دیکھکر ہوئی عبرت
میرے منہ سے خدا خدا نکلا

درہم داغ دل میں ہیں موجود
یہ خزانہ بھرا پرا نکلا

اُس نے کی مجھ پر انتہا کی جفا
جور کرنے کا حوصلا نکلا

جان نکلی مریضِ فرقت کی
اب تو ارمان آپ کا نکلا

غیر کے دل میں تھا وہ جا لی
بعد مدت کے یہ پتا نکلا

اب وہ داغ اُنکا آسماں پر ہے
کیوں ہمارے منہ سے مدعا نکلا

غیر سے اُسنے عشق باہم ہے
درمیاں سے قدم مرا نکلا

ستیاناس ہو ترا اے دل
تو ہمارے نہ کام کا نکلا

پھر بھی اچھا کہو گے غیر کو تم
امتحاں میں اگر برا نکلا

میں نے چھوڑا نہ جب اُنہیں تو کہا | یہ تو ظالم بُری بَلا نکلا

داغ کو لوگ رند کہتے ہیں
وہ حقیقت میں پارسا نکلا

ردیف بای موحّدہ

نہ کیا تم نے امتحانِ رقیب | ورنہ بچتی کبھی نہ جانِ رقیب
چار چاند آپ نے لگائے اُسے | چوگنی اب نہ کیوں ہو شانِ رقیب
اُسکی تعریف نے کیا بدظن | دوست پر ہے مجھے گمانِ رقیب
تم نے گھر میں کہاں چھپا رکھا | نہیں ملتا کہیں نشانِ رقیب
کاٹ کرتا ہے وہ مری تم سے | کاٹ ڈالوں گا میں زبانِ رقیب
کس کے کہنے پر آپ جاتے ہیں | ہے غلط سر بسر بیانِ رقیب
ڈھونڈتے ہو گلی گلی کس کو | میں بتا دوں تمھیں مکانِ رقیب
تم سے کیا بات کی سرِ محفل | میں نہ سمجھا یہ چیستانِ رقیب
اُنکے لب پر ہیں سیکڑوں دشنام | میرے لب پر ہے داستانِ رقیب
اُسکی خوبی سے میں نہیں واقف | آپ ہی ہیں مزا جدانِ رقیب
جھوٹ کیوں بولتا ہے تو مجھسے | کیا ترے مُنہ میں ہے زبانِ رقیب
نالہ میرا ہے تیر دشمن کو | آہ میری بلائے جانِ رقیب
اپنی غیرت کو دیکھ اُسکو دیکھ | تو ہو راتوں کو میہمانِ رقیب
تم بُلاؤ۔ وہ آئے کیوں آئے؟ | اِس میں ہوتی ہے کسرِ شانِ رقیب

داغ اِس نام سے وہ ہیں مشہور
اُن کو کہتے ہیں مہربانِ رقیب

بے اثر ٹھہریں دعائیں سب کی سب — عمر بھر کی وہ وفائیں سب کی سب
رہ نجائے ہجر میں کوئی بلا — کس نے روکا اُنکو آئیں سب کی سب
عشوہ ہو۔ یا غمزہ ہو۔ یا ناز ہو — تیر ہیں تیری ادائیں سب کی سب
کیا کروں میں اُن کی یہ تاکید ہے — تو اُٹھا میری جفائیں سب کی سب
چھین کر دل اُس سراپا ناز کی — ناز کرتی ہیں ادائیں سب کی سب
گوندیں اے نامہ بر کوئی جواب — سُن تو لیں وہ التجائیں سب کی سب
میں کروں تیری جفاؤں کا شمار — حشر میں گر یاد آئیں سب کی سب
میری ناکامی کے درپے ہے فلک — آرزوئیں مٹ نجائیں سب کی سب
ہائے حوروں میں اگر تیرا شہید — اپنی آنکھوں پر بٹھائیں سب کی سب
یا خدا آئے گا وہ دن بھی کبھی — ہم مرادیں اپنی پائیں سب کی سب

داغ کو ہے اُسکی رحمت سے اُمید
بخشدے گا وہ خطائیں سب کی سب

اُس بحر میں ہوں جس میں نہیں آشنا نصیب — اُس دشت میں ہوں جس میں نہیں رہنما نصیب
اُٹھے ہیں بزم یار سے ہم کہہ کے یا نصیب! — آئندہ دیکھنا ہے دکھاتا ہے کیا نصیب
مجھپر وہ مہربان اگر ہوں خوشا نصیب — دشمن کہیں حسد سے کہ اس کا ہے کیا نصیب
رنج فراق اُن سے جو میں نے بیان کیا — اِتنا ہی کہکے چپ وہ ہوئے یہ ترا نصیب
پابند زلف یار ہوں بیمار چشم یار — مجھ سا نہیں جہان میں کوئی بلا نصیب

صورت ہی تم دکھاؤ تو ہو جائے گی شفا
بیمار ہجر کو نہیں ہوتی دوا نصیب

فرہادِ پیرزن کے فریبوں میں آگیا
سر پھوڑنے کے ساتھ ہی پھوٹا ہی کیا نصیب

بدلے مرا نوشتۂ تقدیر کس طرح
لاؤں نیا کہاں سے مقدر نیا نصیب

اس میں اجارہ کیا ہے یہ قسمت کی بات ہے
ملتا جو دوسرے سے نہیں ایک کا نصیب

قسمت سے غیر کی مری تقدیر کیا ملے
اس کا جدا نصیب ہے میرا جدا نصیب

کیوں صبر آئیگا دلِ بیتاب کو مرے
کیوں تیری چشمِ شوق کو ہوگی حیا نصیب

ہنستا ہے میرے گریہ پہ فرقت میں آسمان
روتا ہے میرے حال پہ مجھ کو مرا نصیب

جو بیٹھتے تھے تختِ جواہر نگار پر
افسوس بوریا بھی نہ اُن کو ہوا نصیب

بوتل کھلی ہوئی ہے جو قاضی کے سامنے
ہم جانتے ہیں دخترِ رز کا کھلا نصیب

پایا ہے مہر و ماہ نے کیا طالع بلند
ہوتا ہے سچ تو یہ ہے بڑوں کا بڑا نصیب

قاصد پہ اعتراض جو میں نے بہت کیے
سر پیٹ کر وہ کہنے لگا یہ مرا نصیب

دنیا میں کوئی اس کا خریدار ہی نہیں
میں بیچتا ضرور جو بکتا مرا نصیب

نالے کیے ہزار نہ جاگا کسی طرح
ایسا شبِ فراق میں سوتا رہا نصیب

گزری تمام عمر بڑی خوبیوں کیساتھ
فضلِ خدا سے ہم نے نہ پایا برا نصیب

وہ آج بزمِ غیر میں یہ صاف کہہ اٹھے
ملتا بھی ہے کسیکو کہیں داغ سا نصیب

ردیف تای فوقانی

کر سکوں اُس پہ محبت کی نظر کیا طاقت
بزم میں پیار سے دیکھوں جو اُدھر کیا طاقت

ہمسری فتنہ گری سے جو کرے تو اُسکی
تیری ہمسائے فلکِ شعبدہ گر کیا طاقت

آتشِ عشق سے دل آپ جلاتے ہیں ہم
داغ کھائے جو یہ رستم کا جگر کیا طاقت

وہ کرے جور تو احسان ہے اُس کا یہ بھی
کر سکے شکوۂ بیداد بشر کیا طاقت

ہجر کی ایک گھڑی بھی ہے قیامت کی گھڑی
ہم کریں شام سے مر مر کے سحر کیا طاقت

پہلی ہی بات میں بدلے ہیں تمھارے تیور
عرضِ احوال کروں بارِ دگر کیا طاقت

گھیرے رہتے ہیں نگہبان ہر اک جانب سے
مل سکوں اُن سے سرِ راہگذر کیا طاقت

جو نزاکت سے نہ خود کھول سکے بندِ قبا
وہ مرے قتل پہ باندھے گا کمر کیا طاقت

ناتوانی جو یہی ہے تو نہیں مرنے کے
ہم کریں منزلِ عقبیٰ کا سفر کیا طاقت

بزم میں غیر کو تاکیں وہ نہیں مجکو خبر
اُٹھ سکے بارِ نزاکت سے نظر کیا طاقت

لاکھ پردوں میں ہے اے پردہ نشیں تو مخفی
جھانک لیں تجھکو بھلا شمس و قمر کیا طاقت

عشق گو آفتِ جان ہے مگر اس دل کے سبب
میں کروں ایسی مصیبت سے حذر کیا طاقت

حلق میں نالے اٹکتے ہیں شبِ غم اُٹھ کر
سلب ہو جاتی ہے تا وقتِ سحر کیا طاقت

توڑ ڈالے ہیں ہزاروں کے دل اِس کافر نے
عہد توڑے وہ رقیبوں سے مگر کیا طاقت

اَلاَماں کاٹ تری تیغِ نظر کا قاتل
تیرے آگے ہو کوئی سینہ سپر طاقت

اے جنوں زور سہی۔ جوش سہی۔ تجھ میں مگر
سر پہ لیجائے اُٹھا کر کوئی گھر کیا طاقت

کوہِ غم ہم نے اُٹھایا ہے محبت میں تری
کر دکھائیگا سوا اس سے بشر کیا طاقت

داغ سے تجکو گماں بد نظری کا ہے عبث
کیا مجال اُس کی وہ ڈالے تو نظر کیا طاقت ؟

دعویٰ پیامبر کا ہے دیوانہ پن کی بات
اُس سے ادا نہ ہوگی ہمارے دہن کی بات

دلکش ہی پُر مذاق ہے اُس انجمن کی بات
اہلِ سخن سے پوچھئے بزمِ سخن کی بات

شیریں ہے کسقدر مرے شیریں سخن کی بات
اُسکے دہن سے چھین لوں اُسکے دہن کی بات

پوچھے سفر میں کوئی گھر سے عدن کی بات
غربت میں یاد آتی ہے کیا کیا وطن کی بات

گویا زبان شمع کی اِس وجہ سے نہیں
پروانہ سے یہ کرتی ہمیشہ جلن کی بات

غصہ کی جو ہو بات کڑی کس سے اُٹھ سکے
گویا تمھاری بات وہ ہے لاکھ من کی بات

تڑپا دیا کسیکو۔ کسیکو لٹا دیا
ادنیٰ ہے یہ تو اُس نگہِ سحر فن کی بات

کل وعدۂ وصال کیا آج پھر گئے
کیا دل شکن ہے اُس بتِ پیماں شکن کی بات

تم نے کہا نہیں سرِ محفل بُرا مجھے؟
چھپتی چھپائے سے ہے کہیں انجمن کی بات

اُس نے دیا جواب یہ عرضِ وصال پر
لگتی ہے مجکو تیر تمھارے دہن کی بات

سر پھوڑے لاکھ عشق میں کوئی تو کیا ہوا
وہ کوہکن کے ہاتھ رہی کوہکن کی بات

اِنکار آج وصل سے میں نے بھی کر لیا
میرے دہن میں آئی تمھارے دہن کی بات

کہتے ہیں اِس کو لازم و ملزوم واقعی
منصور ہی کے ساتھ ہے دار و رسن کی بات

بادِ خزاں نے خاک اُڑا دی ہے باغ میں
وہ تھی چمن کے ساتھ بہارِ چمن کی بات

کیا نامہ بر وصال کا اقرار کر لیا
یہ ہے اُسی کے لب کی اُسی کے دہن کی بات

تیرے مریضِ غم کو خدا نے بچا لیا
یاروں کی تھی زبان پہ گور و کفن کی بات

پروانہ کا ہو ذکر کہ مذکورِ عندلیب
یہ انجمن کی بات ہے وہ ہے چمن کی بات

موقع ملے تو کان میں واعظ کے ڈالدوں
جو کان میں پڑی ہے مرے برہمن کی بات

جس ملک جس دیار میں جس شہر میں گئے
یاد آئی بات بات پہ اہلِ وطن کی بات

وہ عشق عشق ہے کہ جو آلِ نبی کا ہے
وہ بات بات ہے کہ جو ہے پنجتن کی بات

یارب یہ تجھ سے داغ دعاگو کی ہے دعا
دونوں جہاں میں رکھ مرے شاہ دکن کی بات

قلزم عشق کا ملتا نہ کنارا جھٹ پٹ
کشتی ہجر نے کیا پار اتارا جھٹ پٹ

دم نظّارہ کریں تیغ نظر سے جو شہید
آپ کا نام تو ہو کام ہمارا جھٹ پٹ

قلزم عشقِ مژہ میں جو مرا دل ڈوبا
بل گیا کیا اسے تنکے کا سہارا جھٹ پٹ

آتشِ ہجر سے کیونکر دل بیتاب بچے
آگ پر آتے ہی اڑ جاتا ہے پارا جھٹ پٹ

غم دنیا میں پھنسا داغ کا دل شاہ امم
لیجیئے اسکی خبر آپ خدارا جھٹ پٹ

ردیف ثای مثلثہ

بلبل قفس میں پھنس گئی یاد چمن عبث
جب دانہ پانی اٹھ گیا حبِ وطن عبث

اسکو ضرور ہے مری بربادیوں کی فکر
گردش میں رات دن نہیں چرخ کہن عبث

پامال کرکے خاک اڑا دو ہوا میں تم
ناحق ہے فکر گور تلاشِ کفن عبث

دیتے نہیں جواب سوالِ وصال پر
کیوں دیدیا خدا نے بتوں کو دہن عبث

مژگانِ یار نوک کی لیتی ہے رات دن
ہے دل سے چھیڑ چھاڑ نہیں بانکپن عبث

نکلے گا شانہ دلِ بیتاب سے یہ بل
ہے پیچ و تاب زلف شکن در شکن عبث

مٹی میں میری لاش دبانے چلے عزیز
پھر غسل دیجے مجکو پنہایا کفن عبث

تو لیوے گا خدا سے جو انجام ہو بخیر
زاہد نہ یادِ حور میں دیوانہ بن عبث

یہ بوالہوس رقیب تو دو دن کے یار ہیں
نور انگاں حسنِ شباب نکر سیمتن عبث

شیریں کو راہ پر نہ لگا لایا بد نصیب
لایا ہے جوئے شیر یہ تو کوہکن عبث

ہر وقت ہی سفر میں ہمارا سمندِ عمر
دوڑوں کے واسطے ہی یہ ہے حبِ وطن عبث

پیری میں کیا شباب کا ہوگا مزا نصیب
اے خضر تم لیئے پھرو سقفِ کہن عبث

اے داغ بیوفا نہ کریں گے وفا کبھی
نادان اِن کو دیکھ کے للچا نہ مَن عبث

ردیف حاء مہملہ

اُنکو پہنچا ہے پیام اچھی طرح
اب نکل آئے گا کام اچھی طرح

کٹ گیا ماہِ صیام اچھی طرح
کیجئے شربِ مُدام اچھی طرح

ساقیا دے بھر کے جام اچھی طرح
سیر ہو یہ تشنہ کام اچھی طرح

جا چکا اب زلف کا دل سے خیال
پک گیا سودائے خام اچھی طرح

اِن بُرے ڈھنگوں پہ تم کو ناز ہے
کیا ہے بد وضعی کا نام اچھی طرح

تم بلاتے ہو ہم آئیں گے مگر
بزم کا ہو اہتمام اچھی طرح

کاش آئے سینہ تک ہی اُن کا ہاتھ
وہ نہیں لیتے سلام اچھی طرح

مُنہ ہی مُنہ میں گالیاں دیجے نہ آپ
کیجئے ہم سے کلام اچھی طرح

موت کیونکر آ گئی روزِ فراق
کر لیا تھا انتظام اچھی طرح

داغ دل بھی ہے عجب روشن چراغ
جل رہا ہے صبح و شام اچھی طرح

دل بہت کرنے پڑیں گے پائمال
کیجئے مشقِ خرام اچھی طرح

ہمکو ملتا ہی نہیں اُس کا پتہ
ڈھونڈ ڈالا ہر مقام اچھی طرح

دیکھئے ارشاد کیا کرتے ہیں وہ
سن لیا قصہ تمام اچھی طرح

عاشقوں کو کیا دکھاتے ہیں بہار
شاہدان لالہ فام اچھی طرح

ایک جلوے سے تری پھیلی ہے کیا
روشنی بالائے بام اچھی طرح

بھکر رکھیئے پاس خدمت کے لیئے
خوش کرے گا یہ غلام اچھی طرح

واہ شہرِ حسن کی آب و ہوا
ہیں وہاں سب خاص و عام اچھی طرح

دیکھ لینا خواب میں آئیں گے ہم
لاکھ کر لو انتظام اچھی طرح

لیجے دل کو تم بھی رکھنا چین سے
ہم نے رکھا ہے مدام اچھی طرح

رات دن ہے جاں نثاروں کی دعا
بمبئی میں ہوں نظام اچھی طرح

داغ کیا مہر دہانِ تنگ ہے
کیوں نہیں لیتے وہ نام اچھی طرح

ردیف رار مہملہ

مانونگا میں نہ تجھکو ستمگر کہے بغیر
محشر میں چین آئے گا کیونکر کہے بغیر

بھولے ہو تم نہ سمجھو گے بات اکیلے کی
مجھکو نہ بن پڑے گی مکرر کہے بغیر

مجھکو مزا ہے چھیڑ کا دل مانتا نہیں
گالی سنے بغیر ستمگر کہے بغیر

روزِ جزا چھپاؤں محبت کا راز کیا
سب جانتا ہے داورِ محشر کہے بغیر

وہ جان جائیں میں نہ کہوں حالِ دل مگر
ان پر ہو آشکارا یہ کیونکر کہے بغیر

میری جھڑی سے غیر نے کتنے تو سات بار
کب چوکتا ہوں سات کی نشتر کہے بغیر

تو نے نہیں کہا ہی تو بیٹھا ہی کیوں رقیب
دہنا دیئے ہوئے ترے در پر کہے بغیر

اچھی کہی کہ مجھکو بُرا کہکے چھوٹ جاؤ
کب مانتا ہوں مَیں بھی برابر کہے بغیر

بیجا ہوا یہ دخل اجازت ضرور تھی
کیوں تم نے میرے دلمیں کیا گھر کہے بغیر

تیری مژہ کو خار کہوں میں تو کیا مزا
دل مانتا نہیں اسے خنجر کہے بغیر

جو ہیں اشارہ فہم سمجھتے ہیں بے کہے
نکلا ہے کام داغ کا اکثر کہے بغیر

ردیف شین معجمہ

دلگی ہے مفت ہی تجھے ای مفت بر تلاش
یہ ہتھکنڈے اگر ہیں تو کر اور گھر تلاش

دیوانے بیٹھتے ہیں کہیں پاؤں توڑ کر
ناصح کرینگے یار کو ہم در بدر تلاش

دیکھا نہ چشم شوق سے افسوس اک نظر
کی مَیں نے نام حسن کے تیری عمر بھر تلاش

پھرتا ہے لیکے مشعلِ مہتاب رات بھر
کسکی ہے ای فلک یہ تجھے اسقدر تلاش

پہلو میں میرے تیرِ نظر تاک کر لگا
ظالم تجھے جو دلکی ہے مدِ نظر تلاش

تھک جائیں پاؤں دل نہ تھکے راہِ عشق میں
مَیں سر کے بل چلوں گا کرونگا مگر تلاش

عیسیٰ سے بھی شفا ہو نہ بیمارِ عشق کو
اے چارہ گر دوا کی ہے کیوں اسقدر تلاش

کرتا ہے سجدے حور کی حسرت میں شیخ تو
اللہ کی نہیں تجھے اے بے خبر تلاش

بیٹھیں نہ مل کے عاشق و معشوق ہائے داغ
دن بھر ہے اِس فلک کو یہی رات بھر تلاش

ردیف میم مہملہ

محو قدِ یار ہو گئے ہم — سولی پہ چڑھے تو سو گئے ہم
ہوش آتے ہی محو ہو گئے ہم — جب آنکھ کھلی تو سو گئے ہم
بیخود شبِ ہجر ہو گئے ہم — قسمت کو سلا کے سو گئے ہم
مستِ مئے حسن ہو گئے ہم — زانو پہ کسی کے سو گئے ہم
پیری میں جوان ہو گئے ہم — جب صبح ہوئی تو سو گئے ہم
راحت سے عدم میں ہو گئے ہم — منزل پہ پہنچ کے سو گئے ہم
جاگے تھے بہت شبِ جدائی — جنت میں بھی جا کے سو گئے ہم
اُس بزم میں دل نے ساتھ چھوڑا — اِک آئے وہاں سے دو گئے ہم
بعد اپنے لڑے رقیب سے وہ — یہ تخمِ فساد بو گئے ہم
کافر کہیں ہمکو یا مسلماں — اَب ہو گئے جسکے ہو گئے ہم
جب زلف کی بو سُنگھائی تمنے — دیوانے تمھارے ہو گئے ہم
اب روئیگا ہمکو اِک زمانہ — اگلوں کو جہاں میں رو گئے ہم
محفل سے تری بلا بہ ہم کو — دل اپنی گرہ سے کھو گئے ہم
چوری کا ہے مال کہتے ہیں وہ — دل دیکے بھی چور ہو گئے ہم
دِل لینے کی تمکو آرزو تھی — اَب جان سے اپنی لو گئے ہم
دُنیا ہی میں کیوں یہ فردِ اعمال — اشکوں سے نہ اپنے دھو گئے ہم
تھی عشق کی آبرو ہمیں سے — وہ بعدِ فنا ڈبو گئے ہم

کل آئے جو وہ کہیں سے اے **داغ**
آج اُنکے سلام کو گئے ہم

ردیف النون

موجود ہر جگہ ہے نہیں بے نشاں کہیں
وہ ہر کہیں ہے ڈھونڈیئے اُسکو جہاں کہیں

زاہد خدا ملے گا نہ تجھکو یہاں کہیں
کون و مکاں کہیں ہے تو ہے لامکاں کہیں

بیداد کر رہا ہے وہ عہدِ شباب میں
اے آسمان پیر ہو تو بھی جواں کہیں

ایجادِ اب ستم نہیں ہوتے یہ کیا ہوا
یارب بدل گیا تو نہ ہو آسماں کہیں

وہ تند خو ہے اور ہے کم سن پیامبر
ڈرتا ہوں لڑکھڑائے نہ اُسکی زباں کہیں

کیا جھوٹ بولتے ہو کہ ہے غیر باوفا
اِس جھوٹ سے گرے نہ یہ سقفِ مکاں کہیں

میں غیر کی نگاہ میں تم میرے دل میں ہو
میرا مکاں کہیں ہے تمھارا مکاں کہیں

سامانِ عیش سب ہیں مہیا وصال کے
ایسے میں آنجائے اجل ناگہاں کہیں

جتنے تھے راہِ شوق میں ارمان مٹ گئے
منزل کہیں ہے دل ہے کہیں کارواں کہیں

دل گھر ہے داغِ عشق کا اُسپر ہے آبلہ
ایسا نہیں مکان کے اوپر مکان کہیں

بخشش نہ ہو رقیب کا منحوس ہے قدم
جنت میں آنجائے الٰہی خزاں کہیں

ٹھکرا کے اُسنے قبر کو ہشیار کر دیا
مجکو خبر نہ تھی کہ مرا ہے نشاں کہیں

تم نام پر رقیب کے بگڑے ہو **داغ** سے
باتیں جو بھید کی تھیں وہ اُس سے کہاں کہیں

بہت ہی مختصر تھا وصل کا دن
خدا جانے کب آیا کب گیا دن

عیادت کو مریضِ غم کی اب آئے
اُسے گزرے ہوئے ہی تیسرا دن

ہمارا ہی وہ روزِ وصل ہو کاش
نصاریٰ میں جو ہوتا ہے بڑا دن

یہ کیا خورشید کو ضد ہے شبِ وصل
کرے کس وقت کوئی عرضِ مطلب
قیامت اُسنے کی غصہ سے برپا
نہیں کٹتی شبِ غم تو کہاں ہے؟
وہی دن ہو مبارک جب ملیں وہ
نہیں ٹلتا نہیں آتی شبِ وصل
مجھے ہے بیخودی کوئی سُنا دے

ہو گا کیا مرا افسانہ پورا * ہو گا کیا قیامت کا بڑا دن

نکلکر دوپہر پہلے چڑھا دن
وہاں ہے رات دن کی رتجگا دن
الٰہی آج کا تھا کیا بُرا دن
ارے او بیمروت بے وفا دن
نہیں ہم جانتے اچھا بُرا دن
ہمارے گھر پہ عاشق ہو گیا دن
وہ آئی وصل کی شب وہ گیا دن

ترے گھر **داغ** ہو ہر روز نوروز
دکھائے تجکو بھی ایسے خدا دن

مانندِ سروِ باغ ہم آزاد جب سے ہیں
قابو میں وہ رقیب کے مجبور کب سے ہیں
محفل میں کیا رقیب تمھاری طلب سے ہیں
آنکھوں ہی کے اشارے میں سمجھو سوالِ وصل
اُٹھے ہیں آج صبح کو مُنہ کس کا دیکھ کر
کیفیت اُن کو بزمِ جہاں کی ہنسی ملی
یہ کہہ رہا ہے تم کو زمانہ خبر بھی ہے
پہلی خطا ہے میں نکروں گا کبھی معاف
بسمل ہوئی ہے خلق تری تیغِ ناز سے
جو پارسا ہیں خوف اُنھیں اسقدر کہاں

سب کی قطاریں ہیں مگر دور سب سے ہیں
جادو کیا ہے اُسنے مگر اس سبب سے ہیں
یہ کس سبب سے آئے ہیں یہ کس سبب سے ہیں
کیونکر کہیں یہ بات کہ واقف ادب سے ہیں
توڑا ہے آئینہ کو وہ بیزار سب سے ہیں
جو نامراد بادۂ عیشِ طرب سے ہیں
جتنے رقیب ہیں وہ گرفتار سب سے ہیں
دھوکا نہ دو یہ کہکے ترے دوست اب سے ہیں
کچھ نیم جاں سے ہیں کچھ جاں بلب سے ہیں
ڈرتے گناہگار خدا کے غضب سے ہیں

ایسا شبِ فراق میں گھبرا رہا ہے دل — دن کے امیدوار ہم اول ہی شب سے ہیں
تکلیفِ ہجر کی اسے برداشت ہی نہیں — ہم تنگ کسقدر دلِ راحت طلب سے ہیں
کیا بیخودی ہے شوق کی اتنی خبر نہیں — ہم آپ پہ مبتلا ہیں خدا جانے کب سے ہیں
بیباک و بے حیا نہیں اغیار کی طرح — ہم دور اُنکی بزم میں پاسِ ادب سے ہیں

یہ گھر بھرا بھرا نظر آتا ہے کیا سبب مجھے
مہمان میرے دل میں وہ ای **داغ** جب سے ہیں

دیکھئے اُن سے ملاتا ہے خدا کون سے دن — کونسی رات ہو مقبول دعا کون سے دن
اب جدائی کی مصیبت نہیں اُٹھتی مجھ سے — سر مرا اُن سے کرینگے وہ جدا کون سے دن
اِس بہانے سے نہ آیا وہ مری میت پر — اُس ستمگر نے لگائی ہی حنا کون سے دن
غمزہ و ناز جوانی میں وہ کیونکر نہ کریں — اور پھر آئیں گے انداز و ادا کون سے دن
اے نجومی تجھے دعویٰ ہے تو یہ حکم لگا — کون سے وقت ملیں گے وہ بتا کون سے دن
فرقتِ یار میں اک ایک گھڑی بھاری ہی — نہیں معلوم کہ آوے گی قضا کون سے دن
روز آکر وہ کوئی فتنہ نہ اُٹھا جاتے ہیں — نہیں ہوتا ہی یہاں حشر بپا کون سے دن
تمھیں منصف ہو کوئی راہ کہاں تک دیکھے — وعدۂ وصل کیا یہ نہ کُھلا کون سے دن
اُنکے آتے ہی ہوا وعدہ ہمارا پورا — وائے تقدیر کہ آئی ہی قضا کون سے دن
مست ہیں جوشِ جوانی کی وہ کیفیت میں — اب نہ آتا تو پھر آتا یہ مزا کون سے دن
میری کشتی کو کیا بادِ مخالف نے تباہ — منتظر ہوں کہ بدلتی ہی ہوا کون سے دن
کوئی ہفتہ نہیں ایسا کہ نہ ہو غم جس میں — عیش و عشرت کے ہیں یارب خدا کون سے دن
طلبِ وصل پہ کھینچی ہے چُھری روزِ وصال — اِس خطا پر مجھے دیتے ہو سزا کون سے دن

اُنکا برتاؤ نرالا سہے یہ کھلتا ہی نہیں
بعد مدت کے جو ٹوکا تو کہا ظالم نے

حشر کے روز تو یارب ہو نزولِ رحمت
دیکھیے کب مری قسمت کا ستارا چمکے

خواہش وصل پہ وہ پوچھتے ہیں یہ مجھ سے
تو گرفتار تری زلف میں ہیں طائرِ دل

دیکھیے دیکھتے ہیں کب وہ اُٹھا کر چلمن
برسوں گزرے ہیں کہ بیمارِ محبت میں ہوں

ہم سے اب تک تو تری آنکھ بہت سیدھی تھی

مہرباں کون سے دن ہیں وہ خفا کون سے دن
آپ سے ہے نے کیا عہدِ وفا کون سے دن

ہم گنہگاروں کو ملتی ہے سزا کون سے دن
سامنے آئے وہ خورشید لقا کون سے دن

کہہ برس دن میں مبارک ہیں بتا کون سے دن
تو کریگا انھیں صدقے میں رہا کون سے دن

دیکھیے اُٹھتی ہے کمبخت حیا کون سے دن
ہو گی اے چارہ گرو مجھکو شفا کون سے دن

دیکھیے کرتی ہے یہ ملکے دغا کون سے دن

داغ سے عید کے دن بھی نہ ملے وہ آکر
یہ گیا وقت پھر آئے گا بھلا کون سے دن

عشق میں دل کہیں حواس کہیں
چھپکے بیٹھا ہے کیا کوئی مسکش

مجھکو ہے اُس سے احتمالِ وفا
زہر کھاتے ہیں تنگ آکر ہم

کعبہ جاتے تو ہیں یہ ڈر سکا ہے
ستیاناس محتسب کا ہو

دل کے گوشے میں دونوں مہماں ہیں
آئیں گے پانچ دن میں کہتے ہو

آ بیسے رہتے ہیں اپنے پاس کہیں
بھر کے جاتا ہے کیوں گلاس کہیں؟

نہ غلط ہو مرا قیاس کہیں
یہ دوا آئے دل کو راس کہیں

ہم نہ پہنچیں خدا کے پاس کہیں
شیشہ پھینکا کہیں گلاس کہیں

آرزو ہے کہیں تو یاس کہیں
پانچ دن کے ہوں پچاس کہیں

دل کی مردانگی پہ بھولا ہوں
عاشقی میں نہ ہو ہراس کہیں

اسکو کہتے ہیں لوگ عہد شکن
ٹوٹ جائے نہ اپنی آس کہیں

جو نہ کہنی تھیں تجکو وہ باتیں
غیر سے ہو سکے نہ بدحواس کہیں

شہر در شہر ہیں ترے عاشق
کہیں دس ہیں سو پچاس کہیں

جامۂ عاشقی ملا ہے مجھے
تنگ تم ہو نہ یہ لباس کہیں

قطرہ قطرہ پلا نہ اے ساقی
اوس سے بھی بجھتی ہے پیاس کہیں

بزم میں داغ گر نہیں تو نہ ہو
یہیں ہوگا وہ آس پاس کہیں

کیا زانوے رقیب لبا ہے نگاہ میں
آتے ہیں اس روش سے تری جلوہ گاہ میں
تم لاکھ مجھ سے پردہ کرو جلوہ گاہ میں
آمیزش ثواب ہے میرے گناہ میں
سچ ہے یہاں کہاں ہو جو وہ بات کا جواب
خالی نہیں مزے سے کوئی پارسا و رند
پہنچے نہ پائے منزل مقصود تک کبھی
چاہ ذقن میں اسکے پسینے سے ہے تری
وہ تجھ سے ملکے حشر میں پوری نہ ہو کہیں
یوسف کا حال دیکھ کے آنکھیں ہوئیں ہیں
دشوار ہیں طریق طریقت کی منزلیں

تکیہ نہیں ہے آج تری خوابگاہ میں
ہم پاؤں پھونک پھونک کے رکھتے ہیں راہ میں
صورت یہ کہہ رہی ہے کہ میں ہوں نگاہ میں
دل بتکدے میں اور قدم خانقاہ میں
تم ہو کسی کے دل میں کسیکی نگاہ میں
لذت اسے ثواب میں اسکو گناہ میں
ہم پاؤں پیٹتے ہی رہے اسکی راہ میں
پانی اگر نہیں ہے تو ہے خاک چاہ میں
کھوٹ ایسی ہے کمی جو ہمارے گناہ میں
ڈوبا جو اسکی چاہ میں ڈوبا نہ چاہ میں
دوزخ بھی ساتھ ساتھ ہے جنت کی راہ میں

ہمکو پتا ملا ہے دلِ داغدار کا
کچھ روشنی سی ہے تری زلفِ سیاہ میں

ظالم خدا سے ڈر کہ جہنم کی آگ ہے
نالہ میں بیکسوں کے غریبوں کی آہ میں

اِک دوستی کی ایک نظر دشمنی کی ہے
تم بھی نگاہ میں ہو عدو بھی نگاہ میں

آشفتگی سے زلف کی جسکی ہو برہمی
دیکھے وہ کس طرح مجھے حالِ تباہ میں

سمجھا دے اُسکو جا کے یہ اک بات اے صبا
قاصد ابھی گیا ہے ابھی ہوگا راہ میں

دیکھا جو شب کو خواب میں اُس چشمِ مست کو
لغزش ہے صبح سے مرے پائے نگاہ میں

یہ رنگ کہہ رہا ہے کیا خونِ بیگناہ
ڈورے ہیں سُرخ سُرخ جو چشمِ سیاہ میں

وہ غیر سے ملے ہیں گلے میرے سامنے
ماتم ہے زندگی کا مجھے عیدگاہ میں

حاصل ہیں میری قبر سے بھی سرفرازیاں
رکھتے ہیں پھول چُنکے عدو بھی کلاہ میں

دانستہ اُسنے قتل کیا ہیں یہ کیوں کہوں
شاید ہوا ہو خون مرا اشتباہ میں

جاتا ہے **داغ** کعبہ کو بتخانہ چھوڑ کر
ٹھوکر ضرور کھائیگا پتھر سے راہ میں

رنج پر رنج دیئے جاتے ہیں
اپنی کرنی وہ کیئے جاتے ہیں

ہم جو الزام دیئے جاتے ہیں
اپنے دل میں وہ لیئے جاتے ہیں

مرگِ عاشق کا انھیں کیوں غم ہو
جینے والے تو جیئے جاتے ہیں

زخم اُس تیغ کے ہیں دامندار
کس سے یہ چاک سیئے جاتے ہیں

ہم تری بزم میں تنہا بیٹھے
خون کے گھونٹ پیئے جاتے ہیں

اُنکو حیرت ہے کہ عاشق کیونکر
ہم پہ مر مر کے جیئے جاتے ہیں

ہاتھہ کب اہلِ سخاوت کا رُکا
بے طلب بھی وہ دیئے جاتے ہیں

وہ جواب اُس کا ہمیں دیں کہ نہ دیں / اُن سے ہم بات کیئے جاتے ہیں

داغ سے مل کے یہ پوچھا اُس نے
کس لیئے آپ بجئے جاتے ہیں

طور بے طور ہوے جاتے ہیں / وہ تو کچھ اَور ہوئے جاتے ہیں

یہ عنایت پہ عنایت ہے ستم / لطف بھی جور ہوئے جاتے ہیں

ابتو بیمار محبت تیرے / قابل غور ہوئے جاتے ہیں

نشہ ہوتا ہی نہیں اے ساقی / بے مزہ دَور ہوئے جاتے ہیں

دیر ہے حکم کی ہم تم پہ فدا / ابھی فی الفور ہوئے جاتے ہیں

التجا بھی ہے شکایت گویا / وہ خفا اَور ہوئے جاتے ہیں

انتہا کیا ہے کہ تجھ سے برپا / جور پر جور ہوئے جاتے ہیں

اہل کلکتہ سے لائق فائق / اہل لاہور ہوئے جاتے ہیں

گھڑیوں بڑھتا ہے حسینوں کا جمال / اَور سے اَور ہوئے جاتے ہیں

تیر پھیکو نہ فلک پر کہ شکار / اسد و ثور ہوئے جاتے ہیں

کچھ خبر بھی ہے محبت میں داغ
کیا ترے طور ہوے جاتے ہیں

پچھوڑا دل کو اے کافر ترے پیکان ایسے ہیں / خدا کا گھر اُٹھا لیجائیں یہ مہمان ایسے ہیں

کریگا بیوفائی مجھ سے تو سامان ایسے ہیں / تری جانب سے مجھکو وہم بےسجان ایسے ہیں

فرشتہ کو پکڑ رکھیں ترے دربان ایسے ہیں / خدا سے بھی نہیں ڈرتے یہ بے ایمان ایسے ہیں

اگر تو بھی نکالیگا نہ نکلیں گے نہ نکلیں گے / مرے ارمان اتنے ہیں مرے ارمان ایسے ہیں

رقیبوں کو محبت کا ہے دعوی اے تری قدرت
یقیں ہے ہمکو لو وہ بھی خدا کی شان ایسے ہیں

شرارت۔ فتنہ اک اک بات میں ہے انکی اے قاصد
وہ بھولے بھالے کمسن ایسے ہیں نادان ایسے ہیں

یہ سر کے ساتھ جائینگے۔ یہ دم کے ساتھ جائینگے
ہمارے سر پہ آصفجاہ کے احسان ایسے ہیں

بنائیں اور باتیں آپ ان سے کیا غرض مطلب
یہ چن لیتے ہیں مطلب کی ہمارے کان ایسے ہیں

وہ جلوہ دیکھتے ہی آگیا غش مجکو دعوی تھا
خطا ہوتی نہیں ہرگز مرے اوسان ایسے ہیں

یقیں ہمکو دلاتے ہیں دیوں جھوٹی قسم کھاکر
نہ ٹوٹیں حشر تک یہ عہد یہ پیمان ایسے ہیں

رقیبوں کو بٹھا کر بزم میں کہتے ہیں وہ مجھ سے
جواب انکا نہیں دیکھو مرے مہمان ایسے ہیں

تمھارا ساتھ دینگے حشر میں یہ بھی یقیں جانو
تمھارے جاں نثار و ہیں بہت انسان ایسے ہیں

کہیں لٹوا دیا جوبن کہیں چھپوا دیا دل کو
بھرے جائیں نہ بخشے بھی ترے نقصان ایسے ہیں

تری تصویر بھی آئینہ بھی عاشق کی آنکھیں بھی
کسی میں دم نہیں محفل میں یہ حیران ایسے ہیں

بہارِ باغِ عالم ہم نے لوٹی داغؔ مدت تک
کوئی دن کی ہوا کھاتے ہیں اب سامان ایسے ہیں

ردیف واو مہملہ

رگِ جاں سے نزدیک ہے میری جان تو
مگر پھر جو دیکھا کہاں میں کہاں تو

حقیقت میں ہے ماسوی چیز ہی کیا؟
ادھر تو ادھر تو یہاں تو وہاں تو

نہ تو مجھکو چھوڑے نہ میں تجھکو چھوڑوں
وہیں تو جہاں میں وہیں میں جہاں تو

حفیظ اور حافظ بھی ہے نام تیرا
نگہبان ہے اور ہے پاسبان تو

وظیفہ جو تجھکو نہیں نام اس کا
دہن میں ہے کس کام کی اے زبان تو

جہاں پائیں گے تجکو ہی پائیں گے ہم
نہیں بے نشاں تو نہیں بے نشاں تو

یہ گھر وہ بنے جسپہ قرباں ہو جنت
اگر خانۂ دل میں ہو میہماں تو

کہاں چشم بینا ہے ایسی جو دیکھے
کہاں ہے عیاں تو کہاں ہے نہاں تو

یہاں پست و بالا دکھانا تھا تجھکو
بناتا نہ کیوں یہ زمیں آسماں تو

نکلتے ہی کہتا ہے غنچہ زباں سے
کہ اس باغ عالم کا ہے باغباں تو

نہو دین و دنیا میں کچھ رنج اسکو
الٰہی رہے **داغ** پر مہرباں تو

ردیف یاے تحتانی

یہ سنتے ہیں ان سے یہاں آنے والے
جہنم میں جائیں وہاں جانے والے

ترس کھا ذرا دل کو ترسانے والے
ادھر دیکھتا جا ادھر جانے والے

وہ جب آگ ہوتے ہیں غصہ سے مجھپر
تو بھڑکاتے ہیں اور چمکانے والے

مرا دل۔ مرے اشک۔ غصہ تمھارا
نہیں رکتے روکے سے یہ آنے والے

وہ جاگے سحر کو تو کہتے ہیں مجھسے
کہ تھے کون تم خواب میں آنے والے

وہ میرا کہا کس طرح مان جاتے
بہت سے ہیں شیطان بہکانے والے

ادھر آؤ اسبات پر بوسہ لیلوں
مرے سر کی جھوٹی قسم کھانے والے

ہمیں پر اترتا ہے غصہ تمھارا
نہیں بے خطا ہیں سراپانے والے

وہ محفل تمھاری مبارک ہو تم کو
سلامت رہیں بے طلب آنے والے

تری بزم سے میں نہ جاؤں گا تنہا
مجھے ساتھ لیجائیں گے لانے والے

جو واعظ کے کہنے سے بھی توبہ کرلوں
نہ کوسینگے کیا مجکو میخانے والے

اُٹھائیں گے کیا غیر الفت کے صدمے
ذرا سی مصیبت میں گھبرانے والے

تمھیں نے چُرایا ہے دل وہ تمھیں ہو
پرائی رقم لے کے اِترانے والے

نہیں مانتا ایک کی بھی میرا دل
نئے روز آتے ہیں سمجھانے والے

مجھے کھائے جاتے ہیں اب طعنے دیکھو
مرے حال پر ہنستے جو غم کھانے والے

برستا نہیں مینہ الٰہی کہاں تک
پئیں خون کے گھونٹ میخانے والے

جہاندیدہ ہیں ہمنے دیکھی ہے دنیا
نہیں آپ کے دم میں ہم آنے والے

زباں سے تو کہہ کیا ارادہ ہے تیرا
اشاروں اشاروں میں دھمکانے والے

سلامی ہیں اے **داغ** اُسکے ہی در کے
نہ ہم کعبے والے نہ بتخانے والے

دُنیا کا مال اَور ہے کس کام کے لیئے
کرتا ہے خرچ آدمی آرام کے لیئے

ہے سادگی غضب کی قیامت کا ہے بناؤ
وہ صبح کے لیئے ہے تو یہ شام کے لیئے

آنے نہ دے کچھ تو ہوش جہان خراب میں
اے بیخودی ہم آئے ہیں کس کام کے لیئے

اُس بُت کا دل ملیگا مرے دل سے کس طرح
وہ کفر کے لیئے ہے یہ اسلام کے لیئے

وعدہ کرے وہ رات کا اپنا یہ حال ہو
مانگیں دعائیں صبح سے ہم شام کے لیئے

دوگے جو بوسے پاؤ گے نام خدا ثواب
دنیا یہ وہ نہیں ہے جو ہو نام کے لیئے

میں خوش ہوا کہ ہے وہی قاصد جو یہ سُنا
حاضر ہے کوئی آدمی انعام کے لیئے

جانے دو اہلِ کعبہ کہ ہے اِس میں مصلحت
جاتا ہوں بُتکدے کو بڑے کام کے لیئے

تعریف میں کسیکی نہ آیا کبھی وہ لُطف
عاشق نے جو مزے تری دشنام کے لیئے

سن کر کہا ہرا کے نے ہمیں جان ہے عزیز
یارب فرشتہ دے مرے پیغام کے لیئے

کس طرح آگئی شب دیجور ہجر میں
یہ تیرگی تھی زلف سیہ فام کے لیئے

دل سا نہیں ہے کوئی بھی ہرکارہ اپنے پاس
موجود و مستعد ہے یہ ہر کام کے لیئے

اچھا ہو یا برا ہو انھیں اس سے بحث کیا
احوال پوچھتے ہیں وہ الزام کے لیئے

جب مل گئی تو اوک سے چلو سے پی ہی لی
ہم منتظر کبھی نہ رہے جام کے لیئے

مجکو پلا دی بزم میں اس چشم مست نے
ترسے مری بلا مے گلفام کے لیئے

اس فتنہ گر کی بزم ہو کیونکر نہ فتنہ خیز
یہ کام تھا فلک کو سرانجام کے لیئے

آیا وہاں سے بیخود و بیہوش بن کے تو
بھیجا تھا ہمنشیں تجھے کس کام کے لیئے

عقبیٰ کی فکر کر کہ یہ غفلت بری ہے داغ
دنیا نہیں ہے راحت و آرام کے لیئے

حیا و شرم سے چپ چاپ کب وہ آ کے چلے
اگر چلے تو مجھے بددعائیں سنا کے چلے

وہ شاد شاد دم صبح مسکرا کے چلے
ستم تو یہ ہے کہ مجکو گلے لگا کے چلے

یہ چال ہے کہ قیامت ہے ای بت کافر
خدا کرے کہ یونہیں سامنے خدا کے چلے

ہمارے دود جگر میں ذرا نہیں طاقت
یہ ابر تر ہے کہ گھوڑے پہ جو ہوا کے چلے

مرے بجھائے بجھے گی نہ یہ لگی دل کی
بجھاتے جاؤ کہاں آگ تم لگا کے چلے

تمھیں ہو چور بھری بزم میں ادھر آؤ
نظر چرائے ہوئے دل کہاں چرا کے چلے

ہوئے ہیں شادی و غم اختیار میں انکے
کبھی ہنسا کے چلے وہ کبھی رلا کے چلے

ہماری خاک کی ڈھیری تمھارے کوچے میں
ذرا لگی تھی کہ جھونکے وہیں ہوا کے چلے

وہ میہماں نہیں ایسے کہ جائیں خالی ہاتھ
کہ جب چلے تو مرے دلکو لے اڑا کے چلے

طریقِ عشق میں سوجھا کسے نشیب و فراز
وہ کیا چلے جو سہارے پہ رہنما کے چلے

نہیں ہے دل کو مرے صرصرِ فنا سے خطر
یہ کشتی ایسی ہے جو سامنے ہوا کے چلے

بچائیں دلکو کہاں تک ہم ایسے تیروں سے
نگہ نگہ کے چلے ہیں ادا ادا کے چلے

دکھائی دے ہمیں راہِ عدم جو تیرہ و تار
ہم اپنی مشعلِ داغِ جگر جلا کے چلے

پڑی جو اسکی نظر دل تڑپ کے یوں نکلا
کہ جس طرح کوئی نخچیر تیر کھا کے چلے

خبر نہیں کہ کوئی تاک میں بھی بیٹھا ہے
یہ جھٹپٹے میں کہاں آپ مُنہ چھپا کے چلے

اِدھر تو آؤ مجھے دو دو باتیں کرنی ہیں
یہ کیا کہ دُور سے صورت فقط دکھا کے چلے

وہ رحم کھائیں گے کیا داغ ہوش میں آؤ
تم اُن کے آگے بُرا حال کیوں بنا کے چلے

ہلایا جب مری آہ و فغاں نے
زمیں پکڑی ہے کیا کیا آسماں نے

تعجب ہے کہ اس بیداد پر بھی
تجھے اچھا کہا سارے جہاں نے

لیا جب نام اُس شیریں دہن کا
لیے ہیں کیا مزے میری زباں نے

کھُلے وہ کھُل گیا جب بھید اُنپر
اُنھیں کھولا مرے رازِ نہاں نے

ملی یہ داد میرا قصہ سُنکر
اُڑائی نیند تیری داستاں نے

وہ یہ سمجھے سبھی عاشق ہیں سچے
بچایا سب کو میرے امتحاں نے

وہ جب تربت پہ آئے ہیں تو اُٹھا
سُبک مجکو کیا خوابِ گراں نے

نہ گڑنے دی مری میت کئی دن
نہ چھوڑی بدگمانی بدگماں نے

رہی جن سے بہارِ باغِ عالم
اُنھیں پھولوں کو توڑا باغباں نے

ترے ہاتھوں کو مہندی نے کیا لال
مرے چہرے کو چشمِ خوں فشاں نے

خیالِ زلفِ شبگوں شب کو آیا
مجھے مارا بلائے ناگہاں سے

مرا رونا کہا اُس بدگماں سے
ڈبویا مجکو میرے رازداں نے

لباسِ عنبریں دی مجکو خوشبو
تمہارے گیسوئے عنبر فشاں نے

اکڑنا دیکھکر سروِ چمن کا
بھرا بل کیا مرے بانکے جواں نے

حقیقت میں تو اس قابل نہ تھا داغ
بہت کی قدر شاہِ قدرداں نے

آپ کی شان ہے کیا شان رسولِ عربی
آپ پر جان ہے قربان رسولِ عربی

کس سے یہ مرتبہ پایا ہے ہوا کسکو عروج
ہوئے اللہ کے مہمان رسولِ عربی

ہے قیامت میں اسے کون بچانے والا
تم ہو اُمت کے نگہبان رسولِ عربی

ہے وہی حکم خداوند تعالےٰ بیشک
جو ہو آپ کا فرمان رسولِ عربی

آپ کا مرتبہ ہے حضرت آدم سے بلند
کوئی ایسا نہیں انسان رسولِ عربی

آپکے نام کا کلمہ ہے مسلمان کی جان
ہے یہ دیندار کا ایمان رسولِ عربی

خانہ ویران بھی ہوں بے سروسامان بھی ہوں
کوئی بنتا نہیں سامان رسولِ عربی

میں گنہگار ہوں ایسا کہ دعا کرتے بھی
دل میں ہوتا ہوں پشیمان رسولِ عربی

اپنی اُمت کے نگہبان ہیں کونین میں آپ
آپ کا حق ہے نگہبان رسولِ عربی

مجکو انجام کی ہے فکر کہ کیا ہونا ہے
گم ہیں اس خوف سے اوسان رسولِ عربی

آئینہ خانہ کی صورت ہے یہ حیرت خانہ
آدمی کیوں نہ ہو حیران رسولِ عربی

ہیں گرفتارِ غم و رنج رہوں گا کب تک
میری مشکل کرو آسان رسولِ عربی

نیک کاموں میں شب و روز بسر ہو میری
رات دن ہے یہی ارمان رسولِ عربی

آپ کا رتبہ ہے ایسا کہ جنابِ جبریلؑ — آپ کے در کے ہیں دربان رسولِ عربیؐ

میر محبوب علیخاں کو ملے عمر دراز
ہے دعا داغ کی ہر آن رسولِ عربیؐ

فتنہ گر آنکھ بھی وہ زلفِ دوتا اور ہوئی — یہ وبالِ دل و جاں ایک بلا اور ہوئی
چارہ گر سے مجھے تکلیف سوا اور ہوئی — دل کو تھا اور مرض اسکی دوا اور ہوئی
راہ پر آئے تو ہیں گھر میں بھی آجائینگے — ایک مقبول اگر میری دعا اور ہوئی
خواہشِ وصل میں بر آئی تمنائے وصال — وہ تو پوری نہ ہوئی اسکے سوا اور ہوئی
آدمی کے لیئے جنت بھی نہ دوزخ ہو جائے — راس کب آئی اگر آب و ہوا اور ہوئی
جرم پر جرم کروں دینگے سزا کس کس کی — تھک نجائیں گے خطا پر جو خطا اور ہوئی
وہ یہ کہتے ہیں نئی بات نہیں رسمِ جفا — ہوتی آتی ہے ہمیشہ سے یہ کیا اور ہوئی
اب جو ہے مجھپہ جفا اسکی شکایت کرلوں — یا تو بالکل نہ ہوئی جبر سے یا اور ہوئی
ظہر کا وقت تو یا داورِ محشر گزرا — کیا کرینگے جو نماز اپنی قضا اور ہوئی
پیشتر ہی ترے لاکھے نے رولایا تھا لہو — خون کرنے کو مرے دستِ حنا اور ہوئی
عاشقوں کا بھی وہ اندازِ طبیعت نہ رہا — پہلے کچھ اور تھی اب رسمِ وفا اور ہوئی
دل میں کچھ خارِ محبت کی ابھی سے ہے خلش — ہم کہاں اسکی اگر نشو و نما اور ہوئی

داغ میخانے سے بتخانے کو تو جا پہنچا
تیری تعریف یہ اے مردِ خدا اور ہوئی

کرو غم سے آزاد یا مصطفےٰ — تمہیں سے ہے فریاد یا مصطفےٰ
نہ پامال مجھکو زمانہ کرے — نہ مٹی ہو برباد یا مصطفےٰ

زباں پر ترا نام جاری رہے — کرے دل تری یاد یا مصطفےٰ

نہ چھوٹے کبھی مجھ سے راہِ صواب — نہ ہو ظلم و بیداد یا مصطفےٰ

عطا مجکو اتنی ہمت کرے — بجا لاؤں ارشاد یا مصطفےٰ

مجھے گھیر رکھا ہے امراض نے — مٹے انکی بنیاد یا مصطفےٰ

مجھے رات دن فکر ہے قرض کی — اسی سے ہوں ناشاد یا مصطفےٰ

رہوں حشر میں آپکی ذات سے — طلب گار امداد یا مصطفےٰ

عنایت کی ہو جائے اس پر نظر
رہے **داغ** دل شاد یا مصطفےٰ

نہ تھی تاب اے دل تو کیوں چاہ کی — بڑا ہی ستم مارا اگر آہ کی

وہی ایک ہے خاکِ دیر و حرم — دل اس راہ کی لے کہ اس راہ کی

خدا جانے کیا بن گئی دل پر آج — صدا ہے جو اللہ اللہ کی

اڑاتے ہو بے پر کی تعریف میں — بندھی ہے ہوا کس ہوا خواہ کی

وہ پیغام رخصت کا منہ پھیر کر — وہ شرمیلی آنکھیں سحر گاہ کی

اجاڑے ہیں گھر تو نے کافر بہت — کہاں جائے مخلوق اللہ کی

تم آنا ہمارے جنازے کے ساتھ — یہ تکلیف کرنا خدا را ہ کی

کبھی دو کبھی سو ملیں گالیاں — مقرر ہماری نہ تنخواہ کی

فلک سا بھی ظالم کوئی اور ہے — مگر عمر اس کی نہ کوتاہ کی

اسے ہم نے دیکھا جسے دیکھکر — نگہ نے تری شرم ناگاہ کی

گیا دل ترے پاس اک آن میں — مسافت بہت کم ہے اس راہ کی

کہا بوسۂ آستاں پر یہ طنز — نہیں ہے یہ دہلیز درگاہ کی
نہیں بے سبب اِن بتوں کو غرور — کچھ اس میں بھی حکمت ہے اللہ کی
نہ لیتے گئے سب لے وفا جان کر — اگر جان بھی اُن کے ہمراہ کی
مرے دل میں برچھی چُبھو کر کہا — خبردار تو نے اگر آہ کی
یکایک ڈسا تیری کاکل نے دل — اِس افعی نے کیا چوٹ ناگاہ کی

یہ سمجھائے دیتے ہیں اے **داغ** ہم
اطاعت کیے جاؤ تم شاہ کی

اللہ ہی اللہ ہے صنمخانے میں کیا ہے — لو برہمنو جاتے ہیں اپنا بھی خدا ہے
بگڑی ہوئی کچھ ایسی زمانے کی ہوا ہے — دل زلفِ پریشان سے پریشاں ہوا ہے
یہ جرمِ وفا پر مجھے ارشاد ہوا ہے — بخشے جو تجھے بخشنے والے کی خطا ہے
اب داغ کے احوال سے مطلب تمھیں کیا ہے — اچھا ہے تو اچھا ہے بُرا ہے تو بُرا ہے
کس بات پہ ہم رشکِ مسیحا تمھیں جانیں — دم باز تمھارا لبِ اعجاز نما ہے
تو ہاتھ ذرا کھول کہ میں آنکھ سے دیکھوں — دل ہے کہ ستمگر تری مٹھی میں پھنسا ہے
کھولے ہیں اسیری میں تری زلف کے پھندے — میرا دلِ آزاد بھی کیا عقدہ کشا ہے
میخانے کو جاتا تھا چھپے چوری سے زاہد — للکار کے میں نے یہ کہا "دیکھ لیا ہے"
مختار ہے تو اپنا تو خم ہے سرِ تسلیم — مرضی وہی عاشق کی ہے جو تیری رضا ہے
کیوں درد کو دل کے نہ کلیجے سے لگا لوں — اسنے ہی ہیں مرگ مرا ساتھ دیا ہے
یہ مجھ سے کہا شکوۂ بیداد پر اُس نے — تجھکو کسی معشوق سے پالا بھی پڑا ہے
سب عیش کے سامان بگڑ جاتے ہیں بنکر — کیا خانہ خرابی نے یہ گھر دیکھ لیا ہے

گھر سے ہیں رقیبوں کے تو کچھ غم نہیں ہمکو
نکلینگے شبک ہو کے کوئی دم کی ہوا ہے

نسبت تری ابرو سے ہو کیونکر مہِ نو کو
یہ حُسن میں مشہور وہ انگشت نما ہے

فرصت ہے کہاں فکرِ سخن کی ہمیں دم بھر
مجبور ہیں اِس سے کہ تقاضائے وفا ہے

میخانے میں فتویٰ ہی یہی پیرِ مغاں کا
سب عہدِ جوانی میں جوانوں کو روا ہے

محشر میں اگر جائے ہماری شبِ فرقت
خورشیدِ قیامت کہے یہ کون بلا ہے

آرام سا آرام دیا **داغ** کو دن رات
آباد رہیں حضرت آصف یہ دُعا ہے

انھیں نفرت ہوئی سارے جہاں سے
نئی دنیا کوئی لائے کہاں سے

ترے ہاتھوں غبارِ کشتگاں سے
زمیں ٹکرا رہی ہے آسماں سے

کھلا کب مدعا اُنکے بیاں سے
زبانی خرچ تھا خالی زباں سے

پریشاں وہ اُٹھے خوابِ گراں سے
مری فریاد ہے آہ و فغاں سے

نہیں وہ صاف اپنے رازداں سے
خدا پالا نڈالے بدگماں سے

وہ توڑیں عہد لیکن فکر یہ ہے
خدا نکلے گا کیونکر درمیاں سے

تمھاری بات لگتی ہے مجھے تیر
نگہ کا کام لیتے ہو زباں سے

گئے کیوں توبہ کرکے اُس طرف ہم
کہ شرمانا پڑا پیرِ مغاں سے

ذرا نرمی بھی کر اے سخت جانی
تھکا جاتا ہے قاتل امتحاں سے

مجھے مہماں تو کر لو ہم صفیرو!
جو ٹوٹی شاخ بارِ آشیاں سے

سگِ لیلیٰ بھی تھا مجنوں کو پیارا
لگاوٹ کر رہا ہوں پاسباں سے

کہوں کیونکر تری باتیں ہیں جھوٹی
زباں پکڑی نہیں جاتی زباں سے

تسلی کو دلِ افسردہ کی ہم
گُل پژمردہ لائے بوستاں سے

چھپا پھولوں میں اے بادِ بہاری
مجھے کھٹکا ہے خارِ آشیاں سے

خبر اونچی کی ہے اعلیٰ کو معلوم
زمین کی پوچھتا ہوں آسماں سے

لگا ہے سنگِ مقناطیس گویا
جبیں اُٹھتی نہیں اُس آستاں سے

سوالِ وصل پر چپ ہو رہے کیوں
زباں کا کام لیتے ہیں زباں سے

فرشتے دفترِ عصیاں نہ لکھیں
نہ اُٹھے گا یہ دوشِ ناتواں سے

اُنھیں جس بات سے تھی سخت نفرت
وہی بے ساختہ نکلی زباں سے

نہ وہ جو آتا تو مجھ پر رحم کھا کر
سفارش کر رہے ہیں آسماں سے

لگا رکھیئے گا دم جھانسوں میں دو چار
کہ پھر مشتاق آئینگے کہاں سے

نظر پر کیوں چڑھا کر محب کو پٹکا
گرایا کیوں زمیں پر آسماں سے

اگر ہو آنکھ تو سُرمہ بنائیں
خضر بھی میری گردِ کارواں سے

بشر کیونکر نہ دیکھیں حُسن تیرا
فرشتے جھانکتے ہیں آسماں سے

جہاں کے ہو رہے بس ہو رہے ہم
قفس بھی کم نہیں ہے آشیاں سے

لڑا ئینگے زباں اُمید یہ تھی
مگر لڑنے لگے وہ تو زباں سے

بنائے کوئی مسجد بتکدے پر
کہ دُہرا فیض ہو دوہرے مکاں سے

لکھے دیتے ہیں تیور نامہ بر کے
کہ یہ خالی نہیں آیا وہاں سے

مزا ہے اُن سے ہو گی گفتگو ترش
زباں کے لینگے چٹخارے زباں سے

پھرے وحشت میں مثلِ گردِ صحرا
نہ بیٹھے ہم وہاں اُٹھے جہاں سے

وہ کوہِ طور تھا موسیٰ کا حصہ
الٰہی میں تجھے دیکھوں کہاں سے

رسائی کی اگر قسمت سے نے اپنی — ملینگے خلد میں خلد آشیاں سے[1]
دلِ بیتاب ہے ناک میں دم — الٰہی صبر میں لاؤں کہاں سے

تری در پر جگہ ہے داغ کی گرم
ابھی اُٹھکر گیا ہے وہ یہاں سے

ایذائے درد وغم تری فرقت میں مل گئی — ملنی تھی جو سزا وہ محبت میں ملگئی
یہ شکل اتحاد کی صورت میں مل گئی — تصویر آپ کی مری حیرت میں ملگئی
آنکھوں کو نیند گی شب فرقت میں مل گئی — اُس سے جو کچھ بچی مجھے تربت میں ملگئی
دل آتشِ فراقِ صنم سے نے جلادیا — دوزخ سے جو بچی مجھے جنّت میں ملگئی
پورا دیا جواب نہ قاصد نے جب مجھے — آدھی اُمید یاس میں حسرت میں ملگئی
آرام بعدِ مرگ ملا دردِ عشق سے — خاکِ شفا نصیب ہے تُربت میں ملگئی
بیداد گر کو آئے گا بیداد کا مزا — گر داد عاشقوں کو قیامت میں ملگئی
دلکو ہے اضطراب نہ وحشت مزاج میں — آسایش ایسی کُنجِ قناعت میں ملگئی
برگشتہ اُس سے دل جو ہوا اور غم ہوا — برگشتگی وہی مری قسمت میں ملگئی
دنیا میں جانتا ہوں کہ جنت ملی مجھے — راحت اگر ذرا سی مصیبت میں ملگئی
وقتِ اخیر آہی گیا موت کا مزا — یہ لذّت اور درد کی لذت میں ملگئی
اِس پر بھی ہم کو ناز ہے مشہور تو ہوئے — رسوائی اپنی آپ کی شہرت میں ملگئی
بلبل کا نالہ کیوں مرے ہی فریاد میں ملا — کیوں گل کی رنگت آپکی رنگت میں ملگئی

اے داغ شکر کر کہ شرفیاب تو ہوا
دل کی مراد حج و زیارت میں مل گئی

[1] نواب کلب علیخاں والی رامپور ۱۲

سب متاعِ دین و دنیا چاہیئے ۔ اے ہوس تجھکو بھی کیا کیا چاہیئے

دین و دل یا مالِ دنیا چاہیئے ۔ آپ کو کیا چاہیئے کیا چاہیئے

عقل کہتی ہے نہ ہو آزارِ عشق ۔ شوق کہتا ہے کہ ہونا چاہیئے

دل مقابل اُس صفِ مژگاں کے ہے ۔ لڑنے مرنے کو کلیجا چاہیئے

اُڑ گیا بادِ خزاں سے آشیاں ۔ مجھکو تنکے کا سہارا چاہیئے

لینے والے کی تو کوئی حد بھی ہے ۔ دینے والے کو بہت سا چاہیئے

ابتو دیکھی ہے بُری حالت مری ۔ پھر بھی دیکھیں گے وہ دیکھا چاہیئے

عاشقی میں جو نکرنا تھا کیا ۔ اب ہمیں کیا کام کرنا چاہیئے

مر نہ جاؤں کر کے ارمانِ وصال ۔ موت کو کوئی بہانا چاہیئے

اسکو ملجائے اگر چاہت کی داد ۔ چاہنے والے کو پھر کیا چاہیئے

لکھ رہے ہیں کیا کراماً کاتبیں ۔ میرے دل کا حال لکھنا چاہیئے

داغ کو حور و پری سے کیا غرض
آدمی اچھے سے اچھا چاہیئے

دل میں فرحت جو کبھی آتی ہے ۔ اپنے رونے پہ ہنسی آتی ہے

کیوں صبا کو نہ بناؤں قاصد ۔ ابھی جاتی ہے ابھی آتی ہے

کیا ہے گنتی مرے ارمانوں کی ۔ فوج کی فوج چلی آتی ہے

یہ سبب کیا ہے جو بھر جاتا ہوں ۔ سامنے تیری گلی آتی ہے

پیشوائی کو تری گلشن میں ۔ نکہتِ گل بھی اُڑی آتی ہے

جانِ عاشق کی ترے وعدے پر ۔ کبھی جاتی ہے کبھی آتی ہے

اُسکی باتوں پہ مرے ماتم میں
رونے والوں کو ہنسی آتی ہے

شاخِ اُمید جو ہوتی ہے ہری
ساتھ پتّی کے کلی آتی ہے

کیا عدم سے ہمیں آنے کی خوشی
موت بھی ساتھ لگی آتی ہے

تجھکو اے غنچہ و گل اُسکی طرح
کھل کھلا کر بھی ہنسی آتی ہے

مجرمِ عشق ہوئے تم اے **داغ**
اَب وہاں سے طلبی آتی ہے

چلے آنے ہی ایسے بقرار آئے تو کیا آئے
کہ گھوڑے پر ہوا کے تم سوار آئے تو کیا آئے

کسی نے مڑ کے کب دیکھا چلے دیکر مجھے مٹّی
گئے تو کیا گئے پھر سوگوار آئے تو کیا آئے

کسی میں کچھ بہانہ ہے کسی میں عذر ہے کوئی
لگاتار آج میرے نام تار آئے تو کیا آئے

بہت تکلیف پائی ہے بہت صدمے اُٹھائے ہیں
طبیعت اَب کہیں بے اختیار آئے تو کیا آئے

زمانہ جانتا ہے تم ہو جھوٹے اِک زمانے کے
زمانے کو تمھارا اعتبار آئے تو کیا آئے

ہماری بات کیا سمجھے گا تو اے ناصحِ ناداں
سمجھ میں تیری اے ناکردہ کار آئے تو کیا آئے

ہوا بھی تیری خلوت گاہ میں آنے نہیں پاتی
ترے در تک مرا مشتِ غبار آئے تو کیا آئے

تسلّی ہے نہ تسکیں یہ کوئی آنے میں آنا ہے
عیادت کو مری وہ چند بار آئے تو کیا آئے

لگا رکھنا تمھیں آتا نہیں بس ہے کسر اتنی
تمھارے دم میں کوئی بار بار آئے تو کیا آئے

سوالِ عشق کرنا تھا کہ عاشق کو مزا آتا
فرشتے پوچھنے زیرِ مزار آئے تو کیا آئے

شمارِ اہلِ وفا کا جو ہو دنیا میں تو بہتر ہے
تری گنتی میں وہ روز شمار آئے تو کیا آئے

بڑھی آتی ہے آگے تا اُمیدی پیشوائی کو
ترے در پر کوئی اُمیدوار آئے تو کیا آئے

قدم رکھا تھا بازیگاہِ اُلفت میں کہ دل کھویا
گئے تھے جیتنے کیا چیز ہار آئے تو کیا آئے

جو ہیں اہل ہوس ساقی شراب عشق کا انکو — سرور آئے تو کیا آئے خمار آئے تو کیا آئے
نہیں اٹھتیں نگاہیں شرم سے کیا تیر مارو گے — تمہارے ہاتھ اب دل کا شکار آئے تو کیا آئے

تمہاری بزم میں دیکھا نہ ہم نے داغ سا کوئی
جو سو آئے تو کیا آئے ہزار آئے تو کیا آئے

خاک اس سے عشق نے چھنوائی تھی — دشت میں مجنوں کی مٹی لائی تھی
یاد ہے وعدہ کیا تھا وصل کا! — اور پھر تم نے قسم بھی کھائی تھی
وہ زمانہ یاد آتا ہے ہمیں — ہائے کس کس پر طبیعت آئی تھی
اور بھی عاشق تھے کیا میرے سوا — تم نے گنتی ان کی کیوں گنوائی تھی
ہے یہی افسردہ دل کو لطفِ باغ — ہم نے چن لی جو کلی مرجھائی تھی
سن کے عاشق کی خبر کہنے لگے — کیا کریں ہم موت اس کی آئی تھی
دیکھ آئے ہم ترے بیمار کو — مردنی چہرے پر اسکے چھائی تھی
رحمتِ باری نہ تھی گر زاہدو — پھر گھٹا میخانے پر کیوں چھائی تھی

اس ادا سے صبح کو وہ گھر گئے
تیغ تھی اے داغ یا انگڑائی تھی

عاشقی میں یہ بری بات ہوا کرتی ہے — رنج سے ترک ملاقات ہوا کرتی ہے
آئینہ رکھکے یہی بات ہوا کرتی ہے — آمنے سامنے دن رات ہوا کرتی ہے
گریۂ عاشقِ بیتاب پہ ہنسکر بولے — ابتو بے فصل بھی برسات ہوا کرتی ہے
دینے والوں کا بھی منہ آپ نے دیکھا ہے کبھی — ایک بوسے کی بھی خیرات ہوا کرتی ہے
ای یہی قدر تجھے کہتے ہیں جو طوبیٰ قامت — یہی دنیا میں بڑی بات ہوا کرتی ہے

خاکساروں کو بھی آرام نہیں زیرِ فلک — کہ زمیں موردِ آفات ہوا کرتی ہے
غم کھلاتے ہیں وہ مہمان بُلا کر مجھکو — یہ ضیافت یہ مدارات ہوا کرتی ہے
متقی معتقدِ پیر مغاں ہوتے ہیں — اُن سے ظاہر یہ کرامات ہوا کرتی ہے
فاتحہ کو بھی لحد پر نہیں آتا ہے کوئی — جیتے جی سب سے ملاقات ہوا کرتی ہے
عشق کیا جرم ہے انسان کیلئے اے واعظ — اِس گنہ کی بھی مکافات ہوا کرتی ہے
مجلسِ وعظ میں انسان فرشتے دیکھے — کیا یہ جنت کی ملاقات ہوا کرتی ہے
دو گھڑی دن رہے بازار کا جانا نہ گیا — خوب پابندیٔ اوقات ہوا کرتی ہے
دل نکلکر مرے پہلو سے پھنسا گیسو میں — کیا مسافر کو یونہیں رات ہوا کرتی ہے

داغ صاحب سے کبھی گرم تھی صحبت دن رات
اب تو برسوں میں ملاقات ہوا کرتی ہے

رہوں ستم سے بھی محروم یہ ستم کیا ہے — وہ دیکھکر مجھے کہتے ہیں اہیں دم کیا ہے
سنبھل کے کیجئے اِنکار بزمِ دشمن کا — نشیلی آنکھ یہ کیوں لغزشِ قدم کیا ہے
جب آپ عہد شکن اور بدگماں ہیں ہوں — جو ہے خدا کی قسم بھی تو وہ قسم کیا ہے
مزا نمازِ سحر کا تو سُن لیا زاہد — وہ لطف جامِ صبوحی کا صبحدم کیا ہے
ہم اور دفترِ غم اُن کو کیا نہ لکھ سکتے — جب اُنگلیوں میں نہیں دم تو پھر قلم کیا ہے
کھلینگے راز تمھارے سنو گے کیا کیا کچھ — نہ پوچھنا کبھی مجھ سے کہ تجھکو غم کیا ہے
یہ جھک پڑا ہے فلک سب کی پائمالی کو — بغیر وجہ ستمگر کی پشت خم کیا ہے
غمِ فراق میں جو روز مر کے جیتے ہیں — وہ جانتے ہی نہیں ہستی و عدم کیا ہے
غنیمت اپنے لیے ہجر میں ہے خونِ جگر — جو رزق کھانیکو یہ بھی ملے تو کم کیا ہے

سرِ نیاز سلامت رہے پئے تسلیم
نہیں تمیز نہیں دیر کیا حرم کیا ہے

شمار کثرتِ عصیاں کا ہو نہیں سکتا
کسے خبر ہے کہ اندازۂ کرم کیا ہے

کسی کی تیر نگہ کو ملے جگہ کیونکر
ہجومِ داغِ الم میرے دلمیں کم کیا ہے

تمھاری آنکھ تمھاری نگہ تو ہے بے مہر
تمھارے دل میں نہیں جانتے ہیں ہم کیا ہے

نظر جو آئیں تو ہم دیکھ لیں خطِ تقدیر
ہمیں خبر ہی نہیں لوح کیا قلم کیا ہے

دیا جو **داغ** نے ظاہر وہ سبکو ہے معلوم
ملی ہے تمکو جو چھپکے سے وہ رقم کیا ہے

یہ تماشا دیکھئے یا وہ تماشا دیکھئے
دی ہیں دو آنکھیں خدا نے اِنسے کیا کیا دیکھئے

چھیڑ کر مجکو ذرا میرا تماشا دیکھئے
دیکھتے ہی دیکھتے ہوتا ہے کیا کیا دیکھئے

آپکے چاہِ ذقن سے دل نہ نکلے گا کبھی
یہ کنوئیں میں گر پڑا آنکھوں کا اندھا دیکھئے

ہیں ادائیں ہی ادائیں اُس سراپا ناز کی
اِک نیا انداز پیدا ہوگا جتنا دیکھئے

اُس کا ثانی ہے کہاں پیدا ان آنکھوں سے اگر
ساری دنیا دیکھئے سارا زمانا دیکھئے

یہ چھری میرے ہی دل پر چل رہی ہے ورنہ آپ
دیکھنے والا تو کوئی اس ادا کا دیکھئے

تیزیِ تیغِ نظر کو آپ پہلے دیکھ کر
پھر مرا دل دیکھئے میرا کلیجا دیکھئے

بعد میرے یوں وفا کوئی کریگا کیا مجال
سوچئے دل میں سمجھئے آپ اتنا دیکھئے

مجکو راہِ عشق میں سوجھا نہ اپنا نیک و بد
رہنما کہتا ہے رستہ ہے ٹیڑھا دیکھئے

داد وہ بھی دے ہمارے دیکھنے کی بزم میں
کام کر جائے نگاہِ شوق اتنا دیکھئے

مجکو بسمل کرکے ظالم نے کہا منہ پھیر کر
یہ تماشا ہے پرانا پھر اسے کیا دیکھئے

داغ دیکھے چاند کو کیوں دیکھکر چہرہ ترا

جو ہو صورت دیکھی بھالی پھر اُسے کیا دیکھئے

یہ بات بات میں کیا نازکی نکلتی ہے — دبی دبی ترے لب سے ہنسی نکلتی ہے
ٹھہر ٹھہر کے جلا دل کو ایکبار نہ پھونک — کہ اِس میں بوئے محبت ابھی نکلتی ہے
بجائے شکوہ بھی دیتا ہوں میں دعا اُسکو — مری زباں سے کروں کیا وہی نکلتی ہے
خوشی میں ہم نے یہ شوخی کبھی نہیں دیکھی — دمِ عتاب جو رنگت تری نکلتی ہے
ہزار بار جو مانگا کرو تو کیا حاصل — دُعا وہی ہے جو دل سے کبھی نکلتی ہے
ادا ادا سے تری کھچ رہی ہیں تلواریں — نگہ نگہ سے چھُری پر چھُری نکلتی ہے
محیطِ عشق میں ہے کیا اُمید و بیم مجھے — کہ ڈوب ڈوب کے کشتی مری نکلتی ہے
جھلکتی ہے سرِ شاخِ مژہ سے خون کی بوند — شجر میں پہلے ثمر سے کلی نکلتی ہے
شبِ فراق جو کھولے ہیں ہمنے زخمِ جگر — یہ انتظار ہے کب چاندنی نکلتی ہے
سمجھ تو لیجئے۔ کہنے تو دیجئے مطلب — بیاں سے پہلے ہی مجھ پر چھُری نکلتی ہے
یہ دل کی آگ ہے یا دل کے نور کا ہے ظہور — نفس نفس میں مرے روشنی نکلتی ہے
کہا جو میں نے کہ مر جاؤں گا تو کہتے ہیں — ہمارے زائچہ میں زندگی نکلتی ہے
سمجھنے والے سمجھتے ہیں پیچ کی تقریر — کہ کچھ نہ کچھ تری باتوں میں فی نکلتی ہے
دمِ اخیر تصور ہے کس پریوش کا — کہ میری روح بھی بنکر پری نکلتی ہے
صنمکدہ میں بھی ہے حُسن اک خدائی کا — کہ جو نکلتی ہے صورت پری نکلتی ہے
مرے نکالے نہ نکلے گی آرزو میری — جو تم نکالنا چاہو ابھی نکلتی ہے

غمِ فراق میں ہو **داغ** اسقدر بیتاب
ذرا سے رنج میں جان آپ کی نکلتی ہے

دودِ دل ساتھ آہ لیتی ہے ۔۔۔ ہمسفر کو نباہ لیتی ہے
ٹیڑھ کی وہ نگاہ لیتی ہے ۔۔۔ بَل کی زلفِ سیاہ لیتی ہے
تو ستم بھی کرے تو خلقِ خدا ۔۔۔ اپنے ذمّے گناہ لیتی ہے
دل جو لیتا ہے عشق کا رستہ ۔۔۔ جان بھی اپنی راہ لیتی ہے
تم خبر لو مری وگرنہ خبر ۔۔۔ آسمان کی یہ آہ لیتی ہے
بخشوانے کو جرم اُنکی بلا ۔۔۔ منّتِ دادخواہ لیتی ہے
شب فرقت سے کون سے بدلا ۔۔۔ جان یہ روسیاہ لیتی ہے
کیوں ستاتی ہے گردشِ گردوں ۔۔۔ کیوں غریبوں کی آہ لیتی ہے
دل کو لیتی ہے یوں صفِ مژگاں ۔۔۔ قلعہ جیسے سپاہ لیتی ہے
خون عاشق کے دل کا پی پیکر ۔۔۔ کیا مزے تیری چاہ لیتی ہے
آرزو تیغِ یاس سے ڈر کر ۔۔۔ میرے دل میں پناہ لیتی ہے
کیوں نہ بیتاب ہو ہمارا دل ۔۔۔ صبر تیری نگاہ لیتی ہے

کس کس اہلِ سخن سے دیکھیں **داغ**
یہ غزل واہ واہ لیتی ہے

اب تیرے کام کی بھی نزاکت نہیں رہی ۔۔۔ دل توڑنے کیواسطے طاقت نہیں رہی
تغیرِ حالِ زار کی تاثیر دیکھنا ۔۔۔ میری شبیہ کی بھی وہ صورت نہیں رہی
دیکھو جفا کے بعد تو دل چیر کر مرا ۔۔۔ باقی رہی کہ اس میں محبت نہیں رہی
جب یہ سمجھ لیا کہ جفا کام ہے ترا ۔۔۔ پھر مجھکو تجھ سے کوئی شکایت نہیں رہی
جس روز سے نہیں دل بے مدعا ملا ۔۔۔ دنیا میں کوئی ہمکو ضرورت نہیں رہی

ایسی جفا اُٹھا کے تری چاہ پھر کروں
مجبور ہو گیا مری ہمت نہیں رہی

اب تمکنت سمائی تمھارے مزاج میں
وہ چلبلی ادا وہ شرارت نہیں رہی

جیسے تھے وہ کھچے اُنھیں لانا تھا کھینچ کر
تاثیر تجھ میں جاذبِ محبت نہیں رہی

انسان کے لیئے ہے بڑی چیز آبرو
کیا عاشقی کا لطف جو عزت نہیں رہی

محفل میں اُنکی رات کو یہ رعب داب تھا
پروانے کی بھی شمع سے صحبت نہیں رہی

اچھا ہوا کہ مرگِ عدو پر سپئے جو اشک
دل میں ترے کسی کی کدورت نہیں رہی

دعوے عشق اور تنگ ظرف بھی کریں
کیفیتِ شرابِ محبت نہیں رہی

بزمِ عدو میں انجمن آرا تو وہ رہا
سنتے ہیں ہم کہ لطف کی صحبت نہیں رہی

ایسا ہوں محوِ لذتِ دیدارِ یار اب
میرے خیال میں مری صورت نہیں رہی

سب کچھ دیا ہے **داغ** کو شاہِ نظام نے
آبائی اُسکی گرچہ ریاست نہیں رہی

مجھکو عشقِ زلفِ عنبر فام ہے
صبحِ محشر بھی نظر میں شام ہے

عشق پر تکلیف کا الزام ہے
درد میرے واسطے آرام ہے

حُسن میں حور و پری کا نام ہے
آدمی کو آدمی سے کام ہے

بزم سے میرے اُٹھانے کے لیئے
پوچھتے ہیں آپ کو کچھ کام ہے

جسکے دل کو دیکھیئے تیرا ہی عشق
جو زباں ہے اُسپہ تیرا نام ہے

دیدہ و دل دونوں ہیں مصروفِ عشق
کام والوں کو ہمیشہ کام ہے

مٹ گیا دردِ محبت کا مزہ
خُلد میں آرام ہی آرام ہے

میکدہ کیا جا کے مسجد میں بھی رند
پوچھ لیتے ہیں مے گلفام ہے

لیجئے پکڑا گیا خط آپ کا
یہ لفافے پر عدو کا نام ہے

کرلیا نکہت سے اپنی دل اسیر
اِن گل اندا موں کا اچھا دام ہے

بے محل دینے سے ہے کیا فائدہ
بارشِ بے وقت و بے ہنگام ہے

کیوں بناتے ہو رقیبوں کو مشیر
تمکو مجھ سے مجھکو تم سے کام ہے

ایک شکوہ کرکے پچتایا ہوں میں
رات دن دشنام پر دشنام ہے

وہ دمِ آخر نہ آئے میرے پاس
دشمنوں نے کہدیا آرام ہے

کوئی سکتے میں ہے کوئی مضطرب
اِک تماشا اُنکے زیر بام ہے

دل ہے پُر خوں آنکھ میں آنسو نہیں
شیشہ ہے لبریز خالی جام ہے

اُنکے قاصد نے کچھ ایسی بات کی
میں نے جانا موت کا پیغام ہے

وہ جلاتا بھی ہے خود جلتا بھی ہے
جانتے ہو **داغ** کس کا نام ہے

ہم کیا کریں جو سلطنت روم و شام ہے
بے مثل بادشاہ ہمارا نظام ہے

کیا دلدہی کے ساتھ جواب پیام ہے
اے نامہ بر تجھے تو ہمارا سلام ہے

مختصر ہیں کامیاب ہوں اسمیں کلام ہے
یہ طولِ مدعا ہے تو بس دن تمام ہے

دل سے نکل گئی تھی شب ہجر ایک آہ
اُس دن سے آسمان پئے انتقام ہے

ہر وقت سوزِ عشق سے روشن ہے داغِ دل
ایسے چراغ کو نہ سحر ہے نہ شام ہے

کرتا ہے ہجرِ یار میں کیا خونِ آرزو
تلوار کا جو کام ہے وہ دلکا کام ہے

جھوٹی ہمیشہ کھاتے ہو قرآن کی قسم
تم جانتے نہیں یہ خدا کا کلام ہے

خواب و خیالِ وصل کا کیونکر ہو اعتبار
ای دل سنبھلے تو یہ پریشانح ہ خام ہے

کیا مجرمانِ عشق کی ہوگی نہ مغفرت؟
واعظ ترے کلام میں ہمکو کلام ہے

وہ فاتحہ کے واسطے ہر روز آئیں گے
لوحِ مزار پر مرے دشمن کا نام ہے

دل میں ہمارے آکے تراجی بہل گیا
کیوں کیا کہا تھا ہمنے یہ کیسا مقام ہے

اُسکا ستم شریک زمانا بھی چرخ بھی
کیسا جفائے یار کا اب اہتمام ہے

تم کس کے میہمان مرے میہمان ہو
دل کس کا ہے مقام تمہارا مقام ہے

ناصح کی بات بات مجھے تیر ہوگئی
دل چھید ڈالے یہ کوئی طرزِ کلام ہے

ہر چشم نقش پا میں جو ہیں فتنے کیا عجب
تُو فتنہ گر ہے اور قیامت خرام ہے

آئیں نہ خواب میں بھی تو کیا وصل کا مزا
حوروں کو دُور ہی سے ہمارا اسلام ہے

بد وضع کہہ کے داغ کو محرم بنو نہ تم
سرکارِ بادشاہ میں وہ نیک نام ہے

جھوٹی پیوں رقیب کی مجکو حرام ہے
ساقی کے ہاتھ میں تو فقط ایک جام ہے

وہ چشم مست سامنے میرے مدام ہے
ایسے شراب خوار کو توبہ حرام ہے

جو چھید ڈالے دل کو تمہاری نگاہ ہے
جو پیس ڈالے دل کو تمہارا خرام ہے

ہر اہل درد کو درم داغ ہے نصیب
سرکارِ عشق کا بھی عجب فیضِ عام ہے

وہ رنج اُٹھائے ہم نے اگر کوچہ آپ کا
دار السّلام ہے تو ہمارا اسلام ہے

اِس چپقلش میں فاتحہ کو وہ نہ آئیں گے
خلقت کا میری قبر پہ کیوں اژدہام ہے

جو شکل ہے تری وہی اک شوخ کی ہے شکل
جو نام ہے ترا وہی اُس کا بھی نام ہے

اہلِ وفا میں تم نے کیا غیر کو شریک
تم جانتے نہیں وہ ہمارا غلام ہے

یا دل مقابلے کی نہیں تاب لا سکا
یا آج ترکِ چشم کی تُرکی تمام ہے

ملنے کو آئے ہیں تو بڑے اجتناب سے
مجکو تو روز عید بھی ماہِ صیام ہے

"کہتے ہیں کس کو داغ" یہ کیا آپنے کہا ؟
ے دل میں چٹکیاں یہ اُسی کا کلام ہے

ہم سے مزے خیالِ رُخِ یار کے لیئے
دیدار وا سے جائینگے دیدار کے لیئے

کچھ خونِ دل ہے دیدۂ خونبار کے لیئے
کچھ ہے بچا کھچا غم و آزار کے لیئے

سُرمہ ضرور ہے نگہِ یار کے لیئے
یہ باڑ چاہیئے اسی تلوار کے لیئے

ترسی جب آنکھ جلوۂ دیدار کے لیئے
بوسے ہی ہمنے روزنِ دیوار کے لیئے

کیا حالِ دل کہوں کہ تری چشمِ خشمگیں
ہے مُہرِ خامشی لبِ اظہار کے لیئے

اصحابِ کہف سے جو بچے خواب وہ ملے
یارب عدو کے طالعِ بیدار کے لیئے

ہوتا ہے اور جلوہ فروشوں سے کیا نصیب
دو چار گالیاں ہیں خریدار کے لیئے

انکار کیجیے آپ مگر شکل آپ کی
کہتی ہے میں بنی ہوں ترے پیار کے لیئے

مجرم بتوں کا بھی ہوں خدا کا بھی چور ہوں
دونوں ہیں ضد ہی ایک گنہگار کے لیئے

دیکھو کوئی نگاہ کی شوخی اُڑا نہ لے
رکھہ لو بچا کے تیزئ رفتار کے لیئے

حلقے میں ہے مژہ کے تری چشمِ نرگسی
تیماردار جمع ہیں بیمار کے لیئے

یہ بارِ ناز ہم سے اُٹھایا نہ جائے گا
بیگاری آپ ڈھونڈھیئے بیگار کے لیئے

تردامنی میں شانِ ندامت بھی ہیں شریک
رحمت کا ہی نچوڑ گنہگار کے لیئے

یہ جان کسکے واسطے جاناں کے واسطے
یہ دل ہے اور کس کے لیئے یار کے لیئے

بیٹھے ہیں راہِ دوست میں ہم پاؤں توڑ کر
اب فکر کیا ہے منزلِ دشوار کے لیئے

حصہ وفا کا اور جفا کا ہوا ہے یوں
یہ دل کیواسطے وہ دل آزار کے لیئے

نازک کلائی پھول سی اِس کام کی نہیں
مشّاق ہاتھ چاہیئے تلوار کے لیئے

خانہ خرابیاں بھی ہیں رسوائیوں کے ساتھ
یہ گھر کے واسطے ہیں وہ بازار کے لیئے

تیرے تبسمِ نمکیں میں ہے اِک مزہ
لیکن جگر فگار و دل افگار کے لیئے

ہرجائی ایسی توبہ کو کیا مُنہ لگائیں ہم
زاہد کے واسطے کبھی میخوار کے لیئے

تو دل کو ایکبار نہ کھا اے غمِ فراق
رکھا ہے اُسکو ہمنے کئی بار کے لیئے

خلوت میں ہیں شکر لب و شیریں دہن کے لطف
ایسی مٹھائیاں نہیں بازار کے لیئے

یہ حال دیکھکر ملک الموت کیا عجب
مانگے اگر دعا ترے بیمار کے لیئے

یہ داغ کی دُعا ہے کہ پروردگار دے
دنیا کی خوبیاں مرے سرکار کے لیئے

دل میں کیا مہرباں نہیں آتی
بات کہنے میں ہاں نہیں آتی

بڑھ گیا تجھ سے وہ ستم ایجاد
شرم اے آسماں نہیں آتی

کس طرح قول کے ہوں وہ سچے
میرے مُنہ میں زباں نہیں آتی

اُس ستمگر کو یاد بھی میری
بھول کر ناگہاں نہیں آتی

ہے طبیعت بھی اپنی ہرجائی
کس جگہ یہ کہاں نہیں آتی

جلکے دل خاک ہو گیا شاید
بوئے سوزِ نہاں نہیں آتی

گو بلا ہے مفارقت تیری
نہیں آتی جہاں نہیں آتی

بیخودی میں کہا تھا اُسنے حال
یاد وہ داستاں نہیں آتی

شبِ غم مر گیا موذن کیا
آج بانگِ اذاں نہیں آتی

وہ اشاروں سے کام لیتے ہیں
گفتگو درمیاں نہیں آتی

کام کرجائیگی یہ خاموشی
ہمکو آہ و فغان نہیں آتی

ہے نزاکت بھری خبر اُنکی
کہ وہاں سے یہاں نہیں آتی

تجھکو ہوگا ثواب فرقت میں
اے اجل کیوں یہاں نہیں آتی

دل لگاتے ہی ہمتو مرتے ہیں
نوبتِ امتحاں نہیں آتی

روزِ محشر بھی تیرے کشتے کے
تن میں روحِ رواں نہیں آتی

داغ ہی جانتا ہے طرزِ وفا
تم کو اے مہرباں نہیں آتی

حسن ادا بھی خوبیٔ صورت میں چاہیئے
یہ بڑھتی دولت ایسی ہی دولت میں چاہیئے

ہمّت کا ہارنا نہ مصیبت میں چاہیئے
تھوڑا سا حوصلہ بھی طبیعت میں چاہیئے

باہم یہ میل جول محبّت میں چاہیئے
میری طبیعت اُسکی طبیعت میں چاہیئے

آجائے راہِ راست پہ کافر ترا مزاج
اِک بندۂ خدا تری خدمت میں چاہیئے

طوبیٰ ہویا ہو سرو ترا بانکپن کہاں
انداز بھی تو کچھ قدو قامت میں چاہیئے

مَیں تجھ سے پوچھتا ہوں مرے دل کا فیصلہ
دنیا میں چاہیئے کہ قیامت میں چاہیئے

کیا لطفِ دشمنی جو تعلق ہی اُٹھ گیا
کچھ چھیڑ چھاڑ بھی تو عداوت میں چاہیئے

انصاف سے کہو کہ یہ بیداد کا طریق
تمکو نچاہیئے کہ محبت میں چاہیئے

آیا ہے کیا پسند خمِ زلفِ پُرشکن
کہتا ہوں مَیں یہ بَل مری قسمت میں چاہیئے

اُس چشمِ سحر فن نے کیا ہے مجھے ہلاک
جادو کی روشنی مری تربت میں چاہیئے

دیکھے کچھ اُسکے چال چلن اور رنگ ڈھنگ
دینا دل ان حسینوں کو مدت میں چاہیئے

کہتا ہے رشک دیدہ و دل بھی نہوں شریک
غیرت بھی انتہا کی محبت میں چاہیئے

ٹھنڈے کلیجے ہوں رخِ دلدار دیکھکر
ٹھنڈا بھی آفتاب قیامت میں چاہیئے

نازل جو ہوں بلائیں فلک سے وہ دیکھ لو
اتنی تو چاندنی شب فرقت میں چاہیئے

یہ عشق کا ہے گھر کوئی دار الاماں نہیں
ہر روز واردات محبّت میں چاہیئے

میں نے شبِ وصال جگایا تو یہ کہا
کیا اُٹھکے بیٹھنا بھی نزاکت میں چاہیئے

معشوق کے کہے کا بُرا مانتے ہو **داغ**
برداشت آدمی کی طبیعت میں چاہیئے

رکھے جو ہوشیار وہ صحبت میں چاہیئے
میرا رقیب ہی مری خدمت میں چاہیئے

جلوے کا تیرے نور بصارت میں چاہیئے
ایسا چراغ راہِ محبّت میں چاہیئے

عشاق روئینگے غم معشوق میں بہت
ماتم کدہ بھی گوشۂ جنت میں چاہیئے

حاضر یہ بدنصیب ہے بدلے رقیب کے
کوئی نکوئی آپ کی خدمت میں چاہیئے

پاس ادب سے نام نہ لونگا کہونگا میں
کوئی علاوہ حور کے جنت میں چاہیئے

میخوار کو ہو مژدہ کہ قاضی نے کہدیا
پینا شراب کا بھی ضرورت میں چاہیئے

جینا ہجوم یاس میں دشوار ہو گیا
مرنا بھی ان بلاؤں سے فرصت میں چاہیئے

فرقت میں کیوں عذاب کی بھرمار مجھپہ ہے
کافر کے واسطے یہ قیامت میں چاہیئے

کیوں صرصر فنا سے بجھی شمع آہ کی
یہ لو لگی ہوئی مری تربت میں چاہیئے

اے دل شبِ فراق بھی گر سخت جاں رہا
مرنا بھی اور کونسی حالت میں چاہیئے

خوں گشتہ آرزو بھی مرے ساتھ دفن ہو
تربت اک اَور بھی مری تُربت میں چاہیئے

لُوں گا نہ قصرِ خلد ترے دل کو دیکھ کر
کہدوں گا میں یہ گھر مجھے جنت میں چاہیئے

جب مر گئے تو لذتِ آزار پھر کہاں
مرنا غمِ فراق سے مدت میں چاہیئے

کم سن ابھی ہو عشق و ہوس کی نہیں خبر
تمیز امتحانِ محبت میں چاہیئے

بعدِ فنا بھی یاد کرے اسکو حشر تک
یہ نوکری زمانۂ رخصت میں چاہیئے

دل آئے آپ کا تو بڑے بول آگے آئیں
کچھ تو کمی غرور میں نخوت میں چاہیئے

دیوانہ میں نہیں ہوں جو دیکھوں بہارِ باغ
اسکو تو دیکھنا تری صورت میں چاہیئے

دولت تمھارے حسن کی جب بے زکوٰۃ ہے
قارون کے یہ خزانۂ دولت میں چاہیئے

دامن فلک کا اور گریباں ہلال کا
دستِ جنوں کیواسطے وحشت میں چاہیئے

جنت کی ہے ہوس مجھے دنیا میں جسقدر
دنیا کی آرزو یونہیں جنت میں چاہیئے

حاتم کا دل ہو۔ دولتِ قاروں ہو۔ عمرِ خضر
اے داغ یہ کیسی محبت میں چاہیئے

دل دو طرح کا تیری محبت میں چاہیئے
راحت میں ایک ایک مصیبت میں چاہیئے

اِک اضطرابِ شوق طبیعت میں چاہیئے
جو کچھ نہ چاہیئے وہ محبت میں چاہیئے

کچھ لاگ کچھ لگاو طبیعت میں چاہیئے
دونوں طرح کا رنگ محبت میں چاہیئے

بُتگر سے التجا ہے کہ دیدے بنا کے وہ
پتھر کا دل کسیکی محبت میں چاہیئے

صبحِ شبِ فراق نہ ہو جائے شمع گل
کوئی شریکِ حال مصیبت میں چاہیئے

عمرِ دراز خضر کو کیوں ہو گئی عطا
یہ تو مجھے کسیکی محبت میں چاہیئے

کچھ تو پڑے دباؤ دلِ بیقرار پر
پارا بھرا ہوا مری تربت میں چاہیئے

جو دن ہیں زندگی کے وہ گزریں ہنسی خوشی
باہم سلوک مہر و محبت میں چاہیئے

یہ کیا کہ دونوں صورتِ تصویر بن گئے
تھوڑی سی چھیڑ چھاڑ بھی صحبت میں چاہیئے

کیوں ہو گیا بتوں کو مرے دل پہ اختیار
یارب یہ تیرے قبضۂ قدرت میں چاہیئے

عاشق کے دل پہ زور تمھارا ہے کسقدر
انصاف سے کہو یہ نزاکت میں چاہیئے

اٹکھیلیاں ہوں گر دسے کانٹوں سے چھیڑ چھاڑ
سامانِ دل لگی کا یہ وحشت میں چاہیئے

انسان عیش میں نہ مصیبت کو بھول جائے
دوزخ کی تاک جھانک بھی جنت میں چاہیئے

وہ ابتدائے عشق میں حاصل ہوئی مجھے
جو بات انتہائے محبت میں چاہیئے

آئیں گے بیشمار فرشتے عذاب کے
میدان حشر غیر کی تربت میں چاہیئے

اپنا بھی کام نکلے وہ ناراض بھی نہ ہوں
ایسے مزے کی بات شکایت میں چاہیئے

تجھپر ہی جان دیجے اگر جان دیجیے
تجھکو ہی چاہیئے کسی حالت میں چاہیئے

اے **داغ** دیکھتے ہیں وہ عہد نظام میں
جو انتظام طرز حکومت میں چاہیئے

عاشق متحمل نہ ہوئے قہر و غضب کے
بیٹھے رہو اب صبر سمیٹے ہوئے سب کے

آثار ہیں چہرے سے عیاں بزم طرب کے
متوالے چلے آتے ہو جاگے ہوئے شب کے

شعلے دل پرسوز سے اُٹھتے ہیں غضب کے
یہ آگ نہیں وہ جو رہے خاک میں دب کے

ہوتا ہے شریک آپ یہ دُکھ درد میں سب کے
کیا حوصلے ہیں یہ دلِ آزار طلب کے

حیرت ہے کہ یہ خاک وباقی ہے ہوا کو
اِس دل کی کدورت میں رہے سانس بھی دب کے

اُٹھتے ہی پہنچ جاتے ہیں یہ تا درِ مقصود
ہیں دستِ دعا میں بھی چلن پائے طلب کے

اللہ رے کیا پاس رقیبوں کا ہے تمکو
محشر میں طرفدار ہوئے جاتے ہو سب کے

ڈرتے نہیں اب آہ سے وہ دن بھی ہیں کچھ یاد
بجلی کے چمکتے ہی بغل میں مری دب کے

بے وجہ کسی پر کوئی عاشق نہیں ہوتا
ہم عالم اسباب میں قائل ہیں سبب کے

اُس مصحفِ رخسار کی فرقت میں ہیں نالاں
ہمکو تو محرم ہے مہینے میں رجب کے

وہ زندے کو مردہ کرے یہ مردے کو زندہ
وہ چشم کے جادو ہیں یہ اعجاز ہیں لب کے

دربارِ سلاطیں تو نہیں آپ کی محفل
عاشق بھی کہیں رہتے ہیں پابند ادب کے

جو بھید کی باتیں ہیں رقیبوں سے ملینگی
وہ ہیں مرے مطلب کے وہی ہیں مرے ڈھب کے

وہ چاند سا چہرہ ہے تصور میں ہمارے
ہیں ہجر میں بھی ہمکو مزے وصل کی شب کے

گالوں پہ تھے کچھ نیل کے دھبّے مری شامت
پوچھا یہ نشاں کب کے ہیں کہنے لگے اب کے

کیا دل کو دبائیگا ترا کوہِ غمِ عشق
جو مرد دلاور ہیں وہ رہتے نہیں دب کے

دیکھا غمِ فرقت میں تڑپنے کا تماشا
دیدے تھے نہ دیدے مرے تاروں بھری شب کے

چُن چُن کے مصیبت میں فلک نے اُنھیں ڈالا
خوگر جو ہمیشہ سے رہے عیش و طرب کے

عالم کے مرقع میں جُدا سب کی ہیں شکلیں
قائل نہ ہوں کیوں جن و بشر صنعتِ رب کے

اللہ رے ترا بانکپن اُف رے تری سج دھج
قربان تری گھات کے صدقے تری چھب کے

داغوں سے محبت کے ہے دل صورتِ گلزار
ان پھولوں کی لے داغ بہار آئی ہے اب کے

نقشے ہیں یہ اب دیدۂ دیدار طلب کے
رہجاتی ہے پلکوں میں نگہ ضعف سے دب کے

کس لُطف کے کس دھوم کے کس عیش و طرب کے
یاد آتے ہیں جلسے وہ ہمیں چودھویں شب کے

ہیں نقشِ کفِ پا ہیں وہ انداز غضب کے
آندھی بھی نکلتی ہے تری راہ سے دب کے

مانندِ نظر جاتے ہیں منزل پہ سُبکرو
دیکھے نہ کبھی نقشِ قدم پائے طلب کے

یا تیسرے فاقے سے بچے حضرتِ زاہد
یا تیسرے دن پھول ہوئے بنت عنب کے

کافی ہے زمانے کی اسیری کو یہ زنجیر
دل زلف کے حلقوں میں گرفتار ہیں سب کے

مسجد میں تو گنتی کے مسلمان ہی دیکھے
میخانے میں جلوے نظر آئے ہیں سب کے

جب اُن سے کیا گیسوئی شبگوں نے پریشاں
اُس روز سے مضمون نہ باندھے کسی شب کے

وہ دیکھتے ہیں آئینہ میں زلفِ سیہ کو
ہم جلتے ہیں شام بھی اندر ہے حلب کے

رندوں کا ہوں میں دوست نو زہاد کا خادم
وہ کام کا انسان ہے کام آئے جو سب کے

معشوق کا اللہ طرف دار نہ ہوگا؟
کیا ہوش گئے ہیں دلِ انصاف طلب کے

سُن سُن کے مرا حال وہ بولے "تو یہ بولے
یہ جھگڑے ہیں کس وقت کے یہ قصے ہیں کب کے

مُنہ لگتے ہی اللہ رے غیروں کا تکبر
شیطان نے کیا پھونکا ہے کانوں میں سب کے

انکار کے وہ طور کہ دل مفت میں ہلجائے
انداز نرالے ہیں ترے حسنِ طلب کے

کیا سخت گھڑی تھی کہ مری آنکھ لڑی تھی
یہ درد یہ آزار یہ آلام ہیں جب کے

انسان کو دل دے تو دلیری بھی خدا دے
افسانے ہیں عالم میں شجاعانِ عرب کے

سوتے نہیں اس وہم سے وہ بسترِ گل پر
ڈالیں تنِ نازک پہ نشاں پھول نہ دب کے

افسانے سناؤں جو سنو کان لگا کر
کچھ عیش و طرب کے ہیں تو کچھ رنج و تعب کے

دیکھا نہ کہ آخر کو خراش آئی دہن پر
آئینہ میں بوسے لیے کیوں آپنے لب کے

مجکو تو شبِ وصل میں اس وہم نے گھیرا
تجھسے یونہیں ارمان نکل جائینگے سب کے

آئینے سے ہے شوق حسینوں کو نہایت
مالک کہیں ہو جائیں نہ یہ شہر حلب کے

اب عاقبتِ کار کی تم خیر مناؤ
بس **داغ** مزے لوٹ چکے عیش و طرب کے

دل جو ناکام ہوا جاتا ہے
شوق کا کام ہوا جاتا ہے

نہ مٹاؤ کسی عاشق کا نشاں
نام بدنام ہوا جاتا ہے

لطفِ ایذا طلبی کیا کہیے
درد آرام ہوا جاتا ہے

دلِ بیمار میں چٹکی لے لو
ابھی آرام ہوا جاتا ہے

رنگ لائے گا ترا رنگِ عتاب
چہرہ گلفام ہوا جاتا ہے

۴۷۶۸

آجکل کثرتِ عشاق سے عشق
شیوۂ عام ہوا جاتا ہے

دیکھکر مست وہ کافر آنکھیں
خونِ اسلام ہوا جاتا ہے

گلۂ مہر و وفا مجھسے نکر
شکوہ دشنام ہوا جاتا ہے

طلبِ وصل میں اے دل نہ تڑپ
اب برا انجام ہوا جاتا ہے

کیوں کیا ذکرِ محبت اُن سے
یہ بھی پیغام ہوا جاتا ہے

داغ کے پاس جو آؤ تو ابھی
دُور الزام ہوا جاتا ہے

طرز دیوانگی نہیں جاتی
ہوش کی لوں۔ تو لی نہیں جاتی

خلشِ عاشقی نہیں جاتی
نہیں جاتی۔ کبھی نہیں جاتی

بات پوری کرو تمہاری بات
بیچ میں سے تو لی نہیں جاتی

کیوں کیئے تھے ستم جو کہتے ہو
یہ دُہائی سُنی نہیں جاتی

دیکھ اُس چشمِ مست کو زاہد
تجھسے اتنی بھی پی نہیں جاتی

بد دعا سُن رہی ہے کیوں شبِ غم
سامنے سے چلی نہیں جاتی

اُڑتی رہتی ہے گو ہماری خاک
چھوڑ کر وہ گلی نہیں جاتی

وہ نجائیں عدو کے گھر جب بھی
بدگمانی مری نہیں جاتی

گرچہ بلبل ہزار نالاں ہو
گُلِ تر کی ہنسی نہیں جاتی

جلوۂ یار سامنے ہے مگر
شوق کی بے خودی نہیں جاتی

دعوئے عشق پر وہ کہتے ہیں
یہ تعلّی سُنی نہیں جاتی

اَب وہ آتے ہیں آرزو میری
مر کے کمبخت جی نہیں جاتی

وقت آخر ہوا مگر اے داغ
ہوسِ زندگی نہیں جاتی

الٰہی راہ سیدھی کب تری اُلفت کی لیتا ہے
کوئی دوزخ کی لیتا ہے کوئی جنت کی لیتا ہے

لگاوٹ میں بھی اُکھڑی اُسنے اک آفت کی لیتا ہے
اُچک لیتا ہے جب یہ دل نئی صورت کی لیتا ہے

ستمگر کو ہمیشہ پیار آتا ہے ستمگر پر
بلائیں بخت بد کیا کیا شب فرقت کی لیتا ہے

خدائی فندق اُسکی یاد آتی ہے جو فرقت میں
ہمارے دلمیں چٹکی درد کس آفت کی لیتا ہے

یہانتک خود پرستی اور خود بینی ہے اُس بُت کو
مصور سے بھی تصویر اپنی ہی صورت کی لیتا ہے

کسیکی ٹھوکریں کھا کر بڑھا ہے اسقدر رتبہ
کہ جو آتا ہے وہ مٹی مری تربت کی لیتا ہے

جناب واعظ اکثر دُون کی لیتے ہیں منبر پر
مگر اب کوئی رند آکر خبر حضرت کی لیتا ہے

نہ کیوں افسوس آئے کوہکن کی بدنصیبی پر
ہر اک مزدور اُجرت کام کی محنت کی لیتا ہے

شراب ناب ہو ہر قسم کی سلے پیر میخانہ
پلا کر مجکو پھر یہ پوچھ کس قیمت کی لیتا ہے

سمجھتا ہوں کہ اُسکو دیر ہو جاتی ہے برسوں کی
مرا قاصد جو مہلت ایک بھی ساعت کی لیتا ہے

مقابل ہیں پریرویوں کے کوئی داغ کو دیکھے
یہ بنجاتا ہے دیوانہ عجب وحشت کی لیتا ہے

غم جگہ دل میں پا ہی جاتا ہے
آدمی کو یہ کھا ہی جاتا ہے

نہ رُکا بزم غیر میں آنسو
آنیوالا تو آ ہی جاتا ہے

تلخیٔ عشق کیا گوارا ہو
زندگی کا مزا ہی جاتا ہے

صاف دیکھی نہ بادہ خوار کی آنکھ
کچھ نہ کچھ رنگ آ ہی جاتا ہے

کبھی پورا ہوا نہ کام کوئی
یَں سے جانا ہُوا ہی جاتا ہے

بدگماں ہے تری طرف سے دل
کچھ نہ کچھ وہم آ ہی جاتا ہے

میرے سر کی قسم تجھے قاصد
جلد تر تُو بھی کیا ہی جاتا ہے

دیکھتا ہوں جو خوب رو کوئی — وہ تصور میں آہی جاتا ہے
تمکو گھر کس طرح سے جانے دوں — کہ مرا مدعا ہی جاتا ہے
وصف اغیار بزم میں ان سے — کیا کریں ہم سنا ہی جاتا ہے
نامہ بر کو دیا ہے خط لیکن — دل ہمارا جدا ہی جاتا ہے
راز دل سن کے کیوں ہوئے برہم — جو ہے کہنا کہا ہی جاتا ہے
ذکر واعظ سے ہیں سنے یہ جانا — حشر برپا ہوا ہی جاتا ہے
سچ تو یہ ہے کہ بتکدے سے ہمیں — لیکے خوف خدا ہی جاتا ہے

سرد مہری سے بھی تری ظالم
داغ دل میں جلا ہی جاتا ہے

میرے پیامبر سے انھیں برہمی ہوئی — یارب کسی کی بات نہ بگڑے بنی ہوئی
دل کی لگی ہوئی بھی کوئی دل لگی ہوئی — بجھتی نہیں بجھائے سے ایسی لگی ہوئی
میت پہ میری آکے دل ان کا دہل گیا — تعظیم کو جو لاش مری اٹھ کھڑی ہوئی
وقت شگاف سینہ مکدر جو تھا یہ دل — اسکی چھری بھی خاک میں نکلی بھری ہوئی
واعظ مے طہور کی خواہش ہے اس لیئے — دنیا میں جو شراب ہے اپنی ہے پی ہوئی
بچکر نہ چلئے راہ سے میری جناب خضر — یہ رہروی ہوئی کہ سلامت روی ہوئی
سلگائے سے سلگتی نہیں آگ عشق کی — ایسی کچھ آجکل ہے طبیعت بجھی ہوئی
ہاں ہاں ذرا نگہ سے نگہ دل سے دل لڑے — یا چوٹ آپ پر ہوئی یا آپ کی ہوئی
سچ ہے رفیق وہ ہے جو دے آخرت کا ساتھ — بعد فنا نہ مجھ سے جدا بیکسی ہوئی
کہتا ہوں آج اور نئی اپنی داستاں — تمکو مزا نہ دے گی کہانی سنی ہوئی

چکر میں بحر غم کے یہ حسرت بھرا ہے دل
گرداب میں پھنسی مری کشتی بھری ہوئی

صبح شب وصال نہ تھا کوئی میرے پاس
اک شمع ساری رات کی وہ بھی جلی ہوئی

خلقت کا ازدحام ہے کیوں میری قبر پر
برباد انکی وجہ سے کیا بیکسی ہوئی

تم ذکر پر رقیب کے شرمائے جاتے ہو
یہ بات کہہ کے خود مجھے شرمندگی ہوئی

اُس بدگماں کو دے کوئی جاکر مبارکی
دشمن کے ساتھ آج مری دوستی ہوئی

جاتے نہیں جنازۂ عاشق کے ساتھ ساتھ
کیا پاؤں میں ہے آپ کے مہندی لگی ہوئی

اہل عزا کو اس نے تو دیوانہ کردیا
جو مجھکو رو رہے تھے اب انکی ہنسی ہوئی

کی چھیڑ چھاڑ داغ نے تجھسے برا کیا
اب درگزر کرو کہ خطا جو ہوئی ہوئی

دل بھی جگر بھی آتش غم سے جھلس گئے
مانند ابر ان پہ نہ آنسو برس گئے

مہمان سرائے دہر میں دن آکے دس گئے
اتنا مگر ہے فرق کہ کچھ ہیں وہ بس گئے

جس وقت میں نے توبہ کا ساماں کرلیا
کچھ بادل آسمان پہ آکر برس گئے

کھوٹے کھرے کی عشق میں پہچان ہوگئی
اچھے ہم امتحاں کی کسوٹی پہ کس گئے

دل تنگ تر ہجوم غم و رنج بے شمار
اس گھر میں جتنے آئے تھے بیچارے پس گئے

رہ رو سے فرط شوق میں چھوٹا ہے قافلہ
ہم آگے آگے مثل صدائے جرس گئے

کیوں آشیاں نہ آتش گل سے جلادیا
برباد عندلیب کے سب خاروخس گئے

میدان امتحاں میں نہ ٹھہرا ذرا کوئی
گو کرکے حوصلہ بہت اہل ہوس گئے

لکھیں جو اور کچھ یہ ہماری مجال کیا
اتنا ہی لکھ کے بھیجدیا ہے ترس گئے

سب آئے انکی بزم سے اُن کا پتہ نہیں
کیا جانے جاکے داغ کس آفت میں پھنس گئے

شوخی سے قرار اسکو کہیں دل میں نہیں ہے
یہ چاند وہ ہے جو کسی منزل میں نہیں ہے

کہتے ہو کوئی میرے مقابل میں نہیں ہے
دیکھو تو ذرا غور سے اِس دل میں نہیں ہے

اللہ مددگار ہے رہبر ہے ہمارا
رہزن کا خطر عشق کی منزل میں نہیں ہے

خورشید کی مانند ہیں روشن ترے رخسار
کچھ شمع کی حاجت تری محفل میں نہیں ہے

اِتنے بھی ترے جلوے سے محروم ہیں آنکھیں
چلمن کی جھلک پردۂ حائل میں نہیں ہے

بے جرم کیا قتل تو بیتاب نہ ہوگا
بسمل کی تڑپ کیا دلِ قاتل میں نہیں ہے

جلتے ہیں جو پروانے تو اُف بھی نہیں کرتے
یہ صبر و تحمل تو عنادل میں نہیں ہے

رگ رگ مری گردن کی پھڑکتی ہے الٰہی
افسوس کہ خنجر کفِ قاتل میں نہیں ہے

رکھنے دے مجھے ہاتھ کہ ہیں سوزِ محبت
دیکھوں تو سہی ہے کہ ترے دل میں نہیں ہے

جل جل کے فلک کو بھی وہیں آگ لگاتا
یہ داغ جگر کا مہِ کامل میں نہیں ہے

اس دام سے کاکل کے نہ نکلے گا میرا دل
جکڑا ہوا لوہے کی سلاسل میں نہیں ہے

جو جسکی ہے قسمت میں وہ ملتا ہے اُسی کو
جو داغ جگر میں ہے مرے دل میں نہیں ہے

ظالم وہ ترے خوف سے لب پر نہیں آتا
ہونیکو تو کیا کیا دلِ بسمل میں نہیں ہے

خاموش اُٹھاتا ہے یہ طوفان کے صدمے
گویا ہو یہ قدرت لبِ ساحل میں نہیں ہے

بیحد ہیں الٰہی درم داغ محبت
قارون کا خزانہ تو مرے دل میں نہیں ہے

اک رند نے صوفی سے کہا دل نہیں لگتا
رقص می و مطرب تری محفل میں نہیں ہے

ہر رنگ میں ہے اور جدا رنگ ہے تیرا
ہر دل میں ہے تو اور کسی دل میں نہیں ہے

تمکیں اُسے روکے تو کشش قیس کی کھینچے
محمل میں ہے لیلی کبھی محمل میں نہیں ہے

یہ چیز عجب چیز ہے یہ لطف عجب لطف
جینے کا مزا کیا جو مزا دل میں نہیں ہے

ایذا طلب ایسا ہوں جو درد کسی کے
تو دل میں نہیں ہے تو مرے دلمیں ہے کیا کچھ

کہتا ہوں یہ افسوس مرے دلمیں نہیں ہے
تو دل میں ہے میرے تو کوئی دل میں نہیں ہے

آساں وہ کرے گا دعا وصل کی مانگو
اے داغ یہ مشکل کسی مشکل میں نہیں ہے

وہ سنتے ہیں جو دل سے کان رکھکر داستاں میری
مزے لیتی ہے میرے نطق کے کیا کیا زباں میری

غنیمت ہے گرفتاری میں تھوڑی سی بھی آزادی
کہ پھر کر دیکھتی مجکو نہیں عمر رواں میری

نظر اپنی چرا لے مجکو رونا دیکھکر ورنہ
پھریگی تیری آنکھوں میں یہ چشم خونفشاں میری

لحاظ و پاس کیسا گفت گو جب دو بدو ٹھیری
نہ رکتی ہے زباں انکی نہ تھمتی ہے زباں میری

یہ صدمہ ہے کہیں صدمہ نہ پہنچے دست قاتل کو
بری حالت ہوئی جاتی ہے وقت امتحاں میری

یہ قسمت ہے کہ ہو شہرت کسیکی کوئی رسوا ہو
جہاں مذکور ہے انکا وہیں ہے داستاں میری

سلیقہ بات کا جب تجھکو اے پیغامبر آئے
ترے دلمیں ہو دل میرا زباں میں ہو زباں میری

لگا کر آگ وحشت سے نہ ٹھیرا باغباں دم بھر
کہ بجلی بن گئی تھی جلکے شکل آشیاں میری

لگاوٹ کی یہ باتیں کرتی ہے کیا کیا اشاروں سے
تری چشم سخنگو میں بھی ہے گویا زباں میری

ہزاروں آتے جاتے ہیں کسی سے کچھ نہیں مطلب
فقط اک چوکسی کرتا ہے انکا پاسباں میری

رقیبوں کی وفاداری کے وہ شیوے بتاتے ہیں
ہوئی ہے دوستی بھی اب بنصیب دشمناں میری

محبت کا ہو جبدم قحط کا ہک دل کے آگے ہیں
گراں ہوتا ہے جب سودا تو چلتی ہے دکاں میری

در جاناں یہ فرسودہ کیا ہے جبہ سائی سے
عجب کیا ہے کرے فریاد سنگ آستاں میری

بیاں کرتا ہے جب کیفیت رفتار مستانہ
تو متوالوں کی صورت لڑکھڑاتی ہے زباں میری

پسند آئی تھی جو انکو وہی میں بار بھولا ہوں
اب اک اک حرف کو اسکے ترستی ہے زباں میری

سناؤں کسکو جو کچھ عمر بھر آنکھوں سے دیکھا ہے
کہ طولانی بہت ہی **داغ** ہاں یہ داستان میری

غیر مطبوعہ اشعار یادگار داغ

الف

تمھارا دل مرے دل کے برابر ہو نہیں سکتا
وہ شیشہ ہو نہیں یہ پتھر ہو نہیں سکتا

کسیکو چین کیا اے بندہ پرور ہو نہیں سکتا
جو تم چاہو تو ہو سکتا ہی کیونکر ہو نہیں سکتا

کبھی ناصح کی سن لیتا ہوں پھر برسوں تڑپتا ہوں
کبھی ہوتا ہی مجھسے صبر اکثر ہو نہیں سکتا

نہ دے وہ داد گر میری تو یہ ہی سخت مجبوری
کہ بندے کا تو کچھ دعوی خدا پر ہو نہیں سکتا

یہ ممکن ہے کہ تجھپر ہو بھی جائے اختیار اپنا
مگر قابو ہمارا اپنے دل پر ہو نہیں سکتا

جلائیگی مجھے کیا خاک یا رب آگ دوزخ کی
کہ جس سے خشک میرا دامن تر ہو نہیں سکتا

جفائیں جھیلکر عاشق کریں معشوق کو ظالم
وگرنہ بے سبب کوئی ستمگر ہو نہیں سکتا

وہ کیا کیا کوستے ہیں بیٹھکر اپنی نزاکت کو
بپا رفتار سے انکی جو محشر ہو نہیں سکتا

تلون ہے طبیعت کا کہ یہ شوخی ہے طینت کی
کوئی وعدہ کا دن تجھسے مقرر ہو نہیں سکتا

جفائیں **داغ** پر کرتے ہیں وہ یہ بھی سمجھتے ہیں
کہ ایسا آدمی مجھکو میسر ہو نہیں سکتا

ولہ

یہ جلسے جیتے جی کے ہیں اگر دم ہی تو سب کچھ ہے
کہ بہتر زندگی سے کوئی میلا ہو نہیں سکتا

ولہ

یہ دنیا ہے قیامت تو نہیں جو ٹلے ہو
کفر و اسلام کا آپس میں یہ جھگڑا کیسا

سعی ہے شرط اگر سعی سے ہونا کیا ہے
جب مقدر میں نہ ہو نفع تو پیسا کیسا؟

دین و دنیا کا نہیں ہوش ہوا ہے غافل ۔۔۔ **داغ** بیخود کا ہے یہ حال خدایا کیا ؟

ولہ

میری آنکھوں سے جو بہتے ہیں گلابی آنسو ۔۔۔ خون دل کا نہ سہی خونِ تمنا ہوگا

خیر بہتر ہے رہے حشر پہ جھگڑا موقوف ۔۔۔ ہاتھ میرا تو گریبان تمھارا ہوگا

ولہ
ل

پروانوں کے پروں کا ہوا ڈھیر صبح تک ۔۔۔ زیبا ہے گر کہوں انھیں شمع لگن کے پھول

ولہ
م

ہوگیا ہے یاد مشرگاں میں جنون ۔۔۔ تنکے چُنتے پھرتے ہیں صحرا میں ہم

ہوش اُڑا لیجائے گی اپنے پری ۔۔۔ دیکھتے ہیں ساغر و مینا میں ہم

بزم دشمن کا اثر ہم میں ہی تھا ۔۔۔ چُور تھے ہاں نشۂ صہبا میں ہم

دیکھنا تھا جلوہ جو کچھ ہمکو **داغ** ۔۔۔ دیکھ آئے یثرب و بطحا میں ہم

ولہ

آزار عشق سے بھی تو بڑھتی ہے اپنی عمر ۔۔۔ لیتے ہیں اک زمانے کی لاکھوں دعائیں ہم

ولہ
ن

مہربانی ہے کہاں لطف کہاں وصل کہاں ۔۔۔ آئے ہو دلکو ستانے تمھیں ہم جانتے ہیں

اگلے وقتوں کی یہ باتیں ہیں تمھاری ناصح ۔۔۔ تم تو ہو گھاگ پُرانے تمھیں ہم جانتے ہیں

ولہ
و

مسیحا ہو کہ لقماں سب کی حکمت دیکھی بھالی ہے ۔۔۔ نجانے جو علاجِ عشق میرا چارہ گر کیا ہو

بلا رکھا ہے اپنے سے نگہباں اور درباں کو ۔۔۔ ہوا ہے غیر ہرجائی تمھیں اسکی خبر کیا ہو

ولہ
ی

ہمارے ایک مشفق مٹ گئے ہیں دخترِ رز پر ۔۔۔ مزاج اُس کا ہے آوارہ طبیعت لاابالی ہے

ولہ

کسے نہیں مرے پائے فگار کا صدمہ ۔۔۔ کہ پھوٹ پھوٹ کے ہر آبلہ بھی روتا ہے

ولہ

جو داغ پہ گزرتی ہے تم جانتے نہیں ۔۔۔ روشن ہے اِس کا حال سوا آفتاب ہے

ولہ

نہیں جمتا ہے خیال ایک حسیں پر ہرگز ۔۔۔ کام میرے مری آشفتہ سری آتی ہے

اگلی سرسبزی عالم وہ لبی آنکھوں میں ۔۔۔ خشک کھیتی بھی نظر مجکو ہری آتی ہے

داورِ حشر کا انصاف جو میں سنتا ہوں ۔۔۔ یاد مجھکو تیری بیدادگری آتی ہے

نہ صبا پر ہے بھروسا نہ مجھے قاصد پر
ہر کسیکو کہیں پیغامبری آتی ہے

تمھیں چہرے سے نقاب اپنے الٹ دو ورنہ
نگہ شوق کو بھی رخنہ گری آتی ہے

صاف کہتا ہوں ترے مُنہ پہ کہ تُو ہے عیّار
بات کھوٹی نہیں آتی ہے کھری آتی ہے

سانس کے ساتھ ہی داغ دلِ افسردہ کی بُو
روشنی صورت شمع سحری آتی ہے

اے فلک اور بھی آتا ہے کوئی کام تجھے
یا قیامت کی فقط فتنہ گری آتی ہے

داغ رہتا ہے اسی فکر میں غمگین و حزیں
مجکو کیا بات بجز بے ہنری آتی ہے

قطعہ

اب تم سے کہوں جو کچھ ہے دل میں میرے
سب تم سے کہوں جو کچھ ہے دل میں میرے

پہلے یہ کہو کہ میں نہ مانوں گا برا
جب تم سے کہوں جو کچھ ہے دل میں میرے

اشتہار

تذکرہ ہزار داستان معروف بہ خمخانۂ جاوید

مؤلفہ لالہ سری رام صاحب ایم اے۔ دہلوی

واضح ہو کہ تذکرۂ ہذا کی جلد اول بہ کمال خوبی و خوش اسلوبی چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ جسکی عمدگی و نفاست کچھ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ اِس جلد میں تقریباً ۵۷۰ شعرائے نامی کا منتخب کلام معہ اُنکے تاریخی حالات کے درج کیا گیا ہے۔ اعلیحضرت شاہ دکن خلّد اللہ ملکہ نے اِسکو شرفِ قبول عطا فرما کر اپنے نام نامی سے معنون کرنیکی خاص اجازت بخشی ہے۔ پنجاب گورنمنٹ نے اِس کو سال رواں کی عمدہ ترین تالیف اور اُردو کا ایک بہترین نصاب خیال کر کے صلے میں تین سو روپیہ انعام اور سند عطا کی ہے۔ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے بھی اسکی بہت سی جلدیں خریدی ہیں۔ اخبارات علمی رسائل۔ دَورِ موجودہ کے تمام مشہور علماء شعراء نے بکثرت ریویو اور تقریظیں اِس پر لکھی ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ جلد اول تقطیع ۲۲–۲۹ صفحات ۶۱۰ جن میں صرف الف اور ب کی ردیفیں تمام ہوئی ہیں۔ اِس تذکرے کو شعرائے اُردو کی اک جامع تاریخ تسلیم کیا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ہے۔ قیمت قسم اول مجلد کی ۵ قسم دوم کی للعہ محصولڈاک ۱۰؍ بلا جلد ۳؍ علاوہ محصولڈاک اکھٹی پانچ جلدوں کے خریدار کو ۱۵ فیصدی کمیشن دی جاویگی ✤

تذکرۂ خمخانۂ جاوید کی جلد دوم بھی قریب قریب تیار ہے جس میں ۵۰۰ شعراء کا تراجم و کلام درج ہے تقطیع مثل جلد اوّل ضخامت ۷۰۰ صفحے ردیف پ سے ح تک کے تمام نکتہ سنجان اِس بزم میں شریک ہیں۔ قیمت قسم اول مجلد ۵ قسم دوم مجلد ۸؍ بلا جلد ۴؍ اُمید ہے کہ یہ جلد ماہ ستمبر تک شائع ہو جائے ✤

دیوان انور — سید شجاع الدین حسین عرف اُمراؤ مرزا انور دہلوی شاگرد رشید حضرت ذوق و غالب مرحوم و برادر حضرت ظہیر دہلوی کے بے مثل کلام کا مجموعہ۔ جو لالہ سری رام صاحب مؤلف تذکرۂ خمخانۂ جاوید نے بڑی تلاش سے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ قیمت ۱۲؍

مہتاب داغ یعنی بلبل ہندوستان نواب فصیح الملک بہادر حضرت داغ دہلوی کا تیسرا دیوان جو اسوقت کمیاب بلکہ بالکل نایاب تھا۔ اُسے لالہ سری رام صاحب ایم اے دہلوی مؤلف تذکرہ نے دوبارہ بصرف زرِ کثیر شائع کیا ہے اور قیمت پہلے کی نسبت بہت کم کر دی ہے تا کہ شائقین کو خریداری میں تامل نہ ہو قسم اول ۳ قسم دوم ۸؍

المشتہر

منیجر خمخانۂ جاوید۔ بر مکان لالہ سری رام صاحب ایم اے دہلوی۔ نئی سڑک دہلی

" " کوٹھی رائے بہادر بدن گوپال صاحب بیرسٹر مرحوم متصل چیف کورٹ لاہور

ص

۸۹۱۶۴۳/۵

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

5.6.57

۶۷۶۸

۳۱۵ ، ۸۹۱۲ [illegible] یادگار [illegible] غ د ص

[illegible] منتہ [illegible]

[illegible]

۱۔ [illegible]

۲۔ [illegible]

۳۔ [illegible]

۴۔ [illegible]

۵۔ [illegible]

۶۔ [illegible] کاتب [illegible] لازم ہے

۷۔ [illegible] کاتب [illegible] سیاہی [illegible] ہے

۸۔ [illegible] جاری [illegible] فقط